© rasailojaraid.com

سید جاوید اقبال :

معتمدین دفتر امیر اللغات کے مکتوبات

"تحقیق" شمارہ ۴ میں "دفتر امیر اللغات" پر ایک مضمون پیش کیا جاچکا ہے جس میں معتمدین دفتر امیر اللغات کا ذکر بھی ہے۔ یہ حضرات امیر کے سلسلے کے اہم اشخاص ہیں۔ ان کے تحریر کردہ مکتوبات کی ایک بڑی تعداد ان سات رجسٹروں میں محفوظ ہے جن کا تعارف راقم نے "افادات امیر" (مطبوعہ تحقیق شمارہ سوم) میں پیش کیا ہے معتمدین کے یہ مکتوبات مفید معلومات سے پُر ہیں اور اپنی ایک تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ان سات رجسٹروں سے اخذ کرکے ان کے کچھ مکتوب پیش کیے جاتے ہیں اور جہاں جہاں ضروری محسوس ہوا، توضیحات اور تبصرے حواشی میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

الف۔ مکتوبات محمد ممتاز علی آہ - ۱

۱- بنام منشی حکیم الدین صاحب وکیل :

باہین گنج الہ آباد

۳۰ فروری ۱۸۹۱ -

۱- ممتاز علی آہ ۱۸۸۲ء میں امیٹھی (بندگی میاں) میں پیدا ہوئے وہ ۱۸۸۹ء میں امیر کے طلب کرنے پر رام پور آئے اور دفتر کے معتمد مقرر ہوئے۔ ان کا انتقال ۱۲ دسمبر ۱۹۳۵ء کو ہوا۔ تفصیلی مطالعے کے لیے ماخذات کی نشان دہی رسالہ "تحقیق" شمارہ چہارم میں راقم کے مضمون "دفتر امیر اللغات" میں کی گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دفتر امیر اللغات - ریاست رام پور

جناب برادرم قبلہ ! تسلیمِ خسروانہ۔

اپنی معمولی بد نصیبی سے مجھے کبھی عریضہ لکھنے کی بھی نوبت نہیں آئی، جس کے سبب سے آپ سے فخرِ برادران کی یاد اور دل سے دور رہتا ہوں۔ میں دفتر امیر اللغات میں جناب قبلہ و کعبہ منشی امیر احمد صاحب امیر کا مددگار ہوں۔ امیر اللغات، جس محنت اور مصارف کثیرہ سے تیار ہو رہا ہے اور پہلا حصہ تیار ہو کر شائع ہوا ہے۔۱ اس کا حال امیر اللغات کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ چند اشتہار خدمتِ عالی میں بھیج کر مکلف ہوں کہ اپنے احباب . . . ہمت و صاحب حوصلہ میں ان کو پھیلائیے جن حکام سے معاونت کی امید ہو انہیں بھی توجہ دلائیے، خاص کر حکام سر رشتہ تعلیم سے۔ عجب اتفاق ہے کہ جو عمدہ صورت اس لغت کے لیے نکلی وہ راس نہ آئی۔ آخر آخر میں "جنرل محمد اعظم الدین خاں کی ذات سے بہت کچھ امید تھی مگر افسوس ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں وہ بھی شہید ہوئے۔۲ قطع نظر اس کے کہ جناب قبلہ و کعبہ اپنے عزیز

۱- امیر اللغات کا حصہ اول مارچ ۱۸۹۱ء میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا۔

۲- جنرل اعظم الدین خاں ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۳۰ اپریل ۱۸۹۱ء بروز اتوار افطار کی تقریب کے بعد رقص و سرود ہوا۔ آتش بازی کے بعد رات نو بجے ٹم ٹم پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ان پر فائر کیا گیا۔ (اخبار الصنادید، حکیم نجم الغنی خاں، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۱۸ء، ص ۳۱۸ تا ۳۲۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں، ان کا کسی قسم کا نفع عین اپنا فائدہ ہے ۔۱ ملاحظہ فرمائیے کہ اتنے مفید اور ضروری کام کی ملک کو کس قدر ضرورت ہے ۔ آپ جس قدر اس نعمت کے لیے مفید ہوں گے، ملک پر آپ کا احسان ہوگا۔ توجہ فرمائیے اور پوری توجہ فرمائیے۔ ایک ضروری امر یہ بھی دریافت کرنا ہے کہ تعلقہ پھرساٹار ضلع بلھا کتنا بڑا تعلقہ ہے۔ حافظ عبدالصمد صاحب تعلقہ دار کے بڑے صاحب زادے محمد عبدالاحد صاحب کے اختیار میں ہے کہ وہ اس لغت کی تالیف میں کچھ معاونت کریں اور جو کچھ ان کے امکان میں ہے اس کی تعداد آپ کے نزدیک کس قدر ہے۔ اگر آپ کو ان کی آمدنی اور حالات سے واقفیت ہو تو ضرور مجھے مطلع فرمائیے کہ ان سے پینگ بڑھاؤں شاید کچھ انہیں سے کام نکلے۔ اور تو اکثر ہکلا چور ہی نکلے۔ منشی صاحب قبلہ و کعبہ آپ کو سلام و دعا فرماتے ہیں۔ حافظ صاحب نواب جوڈیشیل ممبر کونسل ریاست کے پیشکار ہیں، افسوس ہے کہ لڑکے کے انتقال نے ان کو بالکل مٹا رکھا ہے۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

آپ کا ادنیٰ بھائی

محمد ممتاز علی

نمبر ۲۔ ان کا ایک کارڈ (جو لکھا کسی اور قلم سے ہے اور دستخط ان کے انگریزی میں ہیں) امیراللغات کی طلب میں میرے نام

۱۔ امیر مینائی کی شریک حیات کے خاندان کی رشتے داری ممتاز علی آہ کے گھرانے سے تھی۔ اس کے علاوہ ممتاز علی آہ، محمد احمد مینائی (امیر کے خلف اکبر) کی شریک حیات کے سگے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے۔ (دوران گفتگو اسرائیل احمد مینائی نبیرۂ امیر احمد مینائی نے بتایا)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آیا ہے، جس میں انھوں نے قبلہ و کعبہ کو لکھا ہے کہ "آپ مجھے ضرور دعائے بزرگاں سے یاد فرمائیے گا، میں ہر طرح خدمت کے لیے حاضر ہوں" نہیں معلوم یہ لکھنا محمد عبدالاحد صاحب کا کہاں تک صحیح ہے۔ آپ اندازہ فرما سکتے ہوں اور مفصل حالات معلوم ہوں یا معلوم ہوسکیں تو ضرور مطلع فرمائیے۔

۲۔ بنام جناب محمد عبدالاحد صاحب خلف اکبر حافظ محمد عبدالصمد صاحب تعلقہ دار پھرساٹار بلیا۔

جناب من!

آج میں اپنے بستر سے کس قدر خوش نصیب اٹھا تھا کہ صبح صبح مجھے آپ کا کارڈ ملا۔ ایک جلد "امیراللغات" حصہ اول کی خدمت عالی میں روانہ کی گئی ہے۔ صنم خانے کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی ۱۔ اور نہ قدردان ملک کے ہاتھوں آئندہ اس کے چھپنے کی امید ہے افسوس ہے کہ اس بوڑھے استاد زمانہ کی اکثر تالیفات و تصنیفات الماری میں غیر مطبوعہ بند ہیں ۲۔ مجھے ارشاد ہوا

۱۔ صنم خانہ عشق ۱۳۰۶ھ میں مفید عام آگرہ سے شائع ہوا۔ مزید دیکھیے: جلیل حسن جلیل مانکپوری کے مکتوبات، خط نمبر ۲۔

۲۔ ممتاز علی آہ نے اپنی کتاب "امیر مینائی" کے صفحہ نمبر ۱۴۹، ۱۵۰ پر امیر کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصنیفات و تالیفات کی فہرست پیش کی ہے ان میں ۱۸ غیر مطبوعہ تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے صرف چند چیزیں اب تک شائع ہوئی ہے، بقیہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہی ہیں۔

اسمٰعیل احمد مینائی مرحوم بن محمد احمد مینائی بن امیر مینائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۶ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ ہمیشہ نیاز نامے بھیجنے کا افتخار حاصل کرتا رہوں۔ زہے نصیب میرے کہ آپ سا رئیس یوں . . . نوازی فرمائے اور مجھے حصول نیاز سے فخر کرنے کا موقع دے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ نے جو لفظ لفظ سے پیدا ہے عجب جادو کردیا ہے کہ دل آرزوئے ملازمت میں بےچین ہے اور آنکھیں اشتیاق دیدار میں، اے خدا وہ دن بھی کہیں جلد آئے کہ ان دونوں کی بےچینی سکون میں بدل جائے۔

میں ہوں آپ کا خادم

محمد ممتاز علی-۱

(صفحہ ۳۳۵ کا بقیہ حاشیہ)

نے راقم کو بتایا تھا کہ امیر کا فارسی دیوان ڈاکٹر گوہر نوشاہی خانۂ فرہنگ ایران اسلام آباد سے شائع کرنا چاہتے تھے لیکن میرے حقیقی بھائی ادریس احمد مینائی نے ان سے کوئی تعاون نہیں کیا۔ ۲۲ جنوری ۱۹۸۸ء کو اسمٰعیل احمد مینائی نے راقم کو امیر اور دفتر امیر اللغات کے غیر مطبوعہ مکاتیب پر مشتمل سات رجسٹروں کی فوٹو اسٹیٹ مرحمت فرمائی اور کہا کہ بس میرے پاس صرف یہی باقی ہے، بقیہ ۳۰ کے لگ بھگ مخطوطات چوری ہوگئے جس کی تفصیل انھوں نے یہ بتائی کہ مولوی عبدالحق نے انجمن میں مخطوطات کی نمائش کی تھی اور مجھے بلا کر یہ درخواست کی کہ میں امیر اور داغ کی غیر مطبوعہ چیزیں نمائش میں رکھوں، گو کہ لوگوں نے مجھے بہت منع کیا کہ ہرگز ایسا نہ کرنا، مولوی صاحب یہ چیزیں غائب کردیں گے لیکن مجھے مولوی صاحب پر بہت اعتبار تھا۔ قصہ مختصر لوگوں کی باتیں درست نکلیں۔ (یہ نوادر مولوی عبدالحق کی دسترس میں ہوتے تو کوئی سبب نہ تھا کہ امیر مینائی کے اخلاف کی روش کے برخلاف انھیں منظر عام پر نہ لاتے۔ ادارہ)

۱۔ ممتاز علی آہ کے اس خط سے قبل امیر کا بھی ایک ۲۰ اپریل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۷ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ بخدمت جناب منشی سید ریاض احمد صاحب ریاض،

ملاحظہ باد۔۱ مطبع ریاض الاخبار گورکھپور

۲۹ اگست سنہ ۹۱ع

دفتر امیر اللغات ریاست رام پور

جناب من! یہ چند سطریں میں نے اڈیٹر صاحب اکمل الاخبار۔۲ کی خدمت میں لکھی ہیں اور آپ کے اخبار کے ذریعے سے اڈیٹر صاحب کے ملاحظے سے گزراننا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ براہ عنایت چھاپ دیں گے۔ زیادہ نیاز۔

(صفحہ ۳۳۶ کا بقیہ حاشیہ)

۱۸۹۱ع کا خط درج ہے جو محمد عبدالاحد کے نام ہے ممتاز علی آہ کا یہ خط بھی اسی تاریخ ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ع کا قرار پائے گا۔ علاوہ ازیں، امیر کا یہ خط ضمیمہ اول میں پیش کیا جائے گا۔

۱۔ سید ریاض احمد ریاض خیرآبادی ۱۸۵۳ع میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار امیر کے ہونہار شاگردوں میں ہوتا ہے تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیں، دبستان امیر مینائی، عرفان عباسی، لکھنؤ، نسیم بک ڈپو، ۱۹۸۵ع؛ ص ۱۹۵۔ "ریاض خیرآبادی حیات اور ادبی خدمات"، ڈاکٹر خلیل اللہ خاں، لکھنؤ، اردو پبلشرز، ۱۹۷۴ع۔

۲۔ یہ اخبار دہلی سے ۱۸۶۰ع میں منصۂ شہود پر آیا اس اخبار کے مالک و مہتمم سید فخرالدین تھے۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیں "تاریخ صحافت" جلد دوم، امداد صابری، دہلی، ۱۹۶۳ع۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ بعالی خدمت مولوی محمد فخرالدین صاحب
اڈیٹر اکمل الاخبار دھلی۔
۳۰ اگست ۱۸۹۱ء (برہنائے تسلسل)
جناب من۔ تسلیم و تکریم

میں نے ضمیمہ اکمل الاخبار میں اپنے مراسلے کا جواب دیکھا اس لیے مجھے اس نیاز نامے کے ذریعے سے چند باتیں عرض کرنا ضرور ہوا۔

۱۔ میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ میں نے اکمل الاخبار کی نسبت یہ فقرے لکھے ہیں "یہ اسی کا قول ہے، آستین چڑھائے ہوئے ہیں، مہینوں لکھے گا، اور ہر پرچے میں کئی کئی صفحے سیاہ کرے گا، اور نہ کیوں لکھے گا الخ"۔ "اگر میں ایڈیٹر اکمل الاخبار لکھتا تو میرے قلم سے صیغہ واحد کبھی نہ نکلتا اور اگر اکمل الاخبار کی نسبت یہ صیغہ واحد ناگوار عالی ہوا تو معاف فرمائیے" مگر میں تو برابر اخباروں میں کتابوں میں بول چال میں اخبار کی نسبت صیغہ واحد غائب ہی دیکھتا اور سنتا ہوں۔ یہ میں نے نہ کہیں دیکھا نہ سنا کہ اکمل الاخبار آستین چڑھائے ہوئے ہیں، اکمل الاخبار مہینوں لکھیں گے، اکمل الاخبار کئی کئی صفحے سیاہ کریں گے۔

۲۔ میں نے تو مؤلف ارمغان۔۱ کا نام نہیں لیا کہ وہ مضمون

۱۔ سید احمد دہلوی نے اول مرتبہ ۱۸۷۸ء میں "ارمغان دہلی" کے نام سے کلاں تقطیع پر، سید اللغات کا ایک حصہ چھاپا ("فرہنگ آصفیہ" سید احمد دہلوی، طبع اول، رفاہ عام پریس؛ ۱۹۰۸ء)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھتے ہیں اور آپ اپنی طرف سے چھاپتے ہیں، پھر آپ نے کیوں کر سمجھ لیا کہ مہربان قدیم سے وہی مراد ہیں۔ گستاخی معاف، جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔

۳۔ آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ "منشی امیر احمد کی طرف کن نا مہذب اور نا ملایم فقروں کو آپ محمول فرماتے ہیں" اور آپ تعجب ظاہر فرماتے ہیں جناب آپ اتنی جلد بھول گئے! میرے قلم سے تو ان الفاظ کا اعادہ بہت دشوار ہے۔ ناظرین اکمل الاخبار دیکھ چکے ہیں اور آپ اپنا وہ پرچہ نکال کر خود پھر دیکھ لیجیے جس پرچے سے آپ نے امیر اللغات اور سعد اللغات کا مقابلہ شروع کیا ہے۔ لیکن بندہ نواز! آپ کے مکرنیے کی ضرورت نہیں ہے، آپ سے گلہ بیکار تھا اور بیکار ہے اور بیکار ہوگا۔

۴۔ آپ کے نزدیک اگر رویوو (ریویو) اسی کا نام ہے جو آپ تحریر فرما رہے ہیں اور مہذب ملک یورپ میں اس طرح لکھنے والے ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد، آپ ضرور تحریر فرمائیں لیکن ہمارے خیال میں ملک، سر سید، آزاد اور اودھ پنچ کے رویوو (کذا) پر اعتبار کریگا۔۱ جنھوں نے امیر اللغات کی اچھائی اور برائی دونوں

۱۔ جب امیر اللغات کا پہلا حصہ منظر عام پر آیا تو مختلف جراید و رسائل میں تبصرے شائع ہوئے، خاص کر اخبار اودھ پنچ ۲۳ اپریل ۱۸۹۱ء، اخبار مفید عام یکم مئی ۱۸۹۱ء، اخبار آزاد ۱۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ اس کے علاوہ سر سید احمد خاں، اکبر الہ آبادی، اور منشی نورالحسن بھی تبصرہ کرنے والوں میں نمایاں ہیں۔ یہ تبصرے طبع ثانی (۱۸۹۲ء) میں حصہ اول کے آخر اور حصہ دوم کے شروع میں شامل کردیے گئے۔ دونوں حصے باہم مربوط ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باتوں پر نظر ڈالی ہے اور ہم ایسے ہی منصف مزاج لوگوں کے روبرو (کذا) دماغ کے خزانے میں رکھ کر اور حصے نکالیں گے۔

زیادہ نیاز

آپ کا خیر اندیش

محمد ممتاز علی -۱

۵- بنام منشی امبیکا پرشاد صاحب

اسسٹنٹ انسپکٹر سر رشتہ تعلیم اردو

گنیش گنج، لکھنؤ۔

دفتر امیر اللغات، رام پور

۳۰ اگست ۹۱

جناب من!

کچھ عرصہ ہوا ہے، میرے ماموں حافظ محمد محمود علی ۲ نے امیر اللغات کے بارے میں ایک نیاز نامہ مع اشتہار حصہ اول خدمت عالی میں بھیجا تھا اور اس کا جواب آپ نے اس قدر دانی اور ہمدردی سے لطف فرمایا تھا جیسا کہ آپ سے علم دوست پر بھروسا تھا۔

اب میں ایک کاپی اس کی بغرض ملاحظہ خدمت عالی میں بھیجتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ کی توجہ اور سعی سے تعلیم میں بمنظوری صاحب ڈائریکٹر بہادر اس کتاب کی صدہا جلدیں خریدی جائیں گی اور انہیں قدردانیوں اور ایسی ہمدردی سے یہ کتاب

۱- ممتاز علی آہ کے مذکورہ بالا خط کا ایک دلچسپ پس منظر ہے۔ اس پس منظر کو ضمیمہ دوم میں پیش کیا جائے گا۔

۲- حضرت امیر مینائی کے شاگرد تھے اور فدا تخلص کرتے تھے۔ مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو "دبستان امیر مینائی"، عرفان عباسی ص ۲۸۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختتام کو پہنچیے گی جس کے نہ صرف حضرت مؤلف مد ظلہم العالی ممنون ہوں گے بلکہ ملک اور زبان پر بڑا احسان ہوگا۔

اس باب میں مجھے آپ سے کچھ زیادہ عرض کرنا حکمت بلقمان آموختن ہے۔ البتہ اتنا اور اطلاعاً گزارش کروں گا کہ صاحب ڈائریکٹر بہادر نے اشتہار ملاحظہ فرمانے پر اس کی جلد خرید فرمائی ہے۔

فقط

آپ کا ادنیٰ خادم

محمد ممتاز علی، سیکریٹری

۶۔ بنام شیخ وجیہ الدین

مطبع نظامی، لودھیانہ

۲۶ مارچ ۱۸۹۳ء۔

دفتر امیر اللغات رامپور اسٹیٹ

جناب من!

عنایت فرما کے، لغات عربی اردو موسوم بہ نظام قادری مؤلفہ شیخ غلام قادر صاحب ڈسٹرکٹ اوورسیئر امرت سر کا مجلد نسخہ ویلیو پے ایبل بھیج دیجیے۔ زیادہ نیاز۔

آپ کا نیازمند: محمد ممتاز علی عفی عنہ

۷۔ بنام ریاض احمد صاحب ریاض

۲۲ اکتوبر سنہ ۹۳ء۔

ملی ہے یار نے مہندی عوض لوں کیہ ادائی کا
نصیب دشمناں کیا وقت ہے بے دست و پائی کا

بھائی ریاض۔ خیر یہ چھیڑ تو اس لیے ہے کہ تم کو غصہ آئے اور مجھ کو پیار۔ لیکن لکھنا یہ ہے کہ تم کو ستم زدوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ہلا کشوں کا اصلی حال معلوم نہیں ہے، اس لیے تمھاری خفگی اور شکایت کا تھرمامیٹر بڑھا ھی جاتا ہے، یا یہ کہ تم اتنی دو بیٹھے ھو آنکھ اوٹ پہاڑ اوٹ، نہ ہم سب کی حالت زار آنکھوں سے دیکھتے ھو نہ تمھارے دل پر اثر ھوتا ہے اور اگر جان بوجھ کر یہ گلے ھیں تو پکے بے درد ھو، پھر تم سے کیا شکوہ۔

درد دل درد آشنا جانے
کوئی بے درد ھو تو کیا جانے

تم ذرا دل میں انصاف کرو کہ میرے ماموں حافظ محمد محمود علی نے انتقال کیا اور وہ غم اٹھانے کو جو روز بروز بڑھتا جائے مجھے دنیا میں چھوڑ گئے۔ ان کی بڑی لڑکی سخت علیل ھیں۔ میرا جی کچھ بہلتا ہے تو اس کی تیمارداری میں۔ بھائی محمد احمد مہینے دو مہینے سے سخت علیل ھیں، ضعف بے حد بڑھ گیا ھے۔ منشی صاحب قبلہ ایک دن اچھے نہیں رہتے، ہر مہینے میں کچھ نہ کچھ گھٹ جاتے ھیں، گھنٹوں پیشاب کی وہ تکلیف رہتی ھے کہ ھم سب کے حواس درست نہیں ھوتے۔ بعض بعض وقت تو ضعف دماغ اور درد سر کے، سبب سجدہ نہیں کیا جاتا ھے۔ لغت میں ہزاروں روپے کی قرض داری ھو گئی۔ ایک جلد نہیں بکتی۔ کیڑا کھائے جاتا ھے۔ یہ قرض کس کے گھر سے ادا کیا جائے اور پھر تھوڑے نہیں پندرہ سولہ ہزار اور آگے کی تالیف بند ھوتی جاتی ہے۔ کس کی گرہ کاٹی جائے۔ کام اتنا مشکل ھے کہ دو برس سے کم میں کسی طرح حصہ نہیں نکلتا۔ ملک میں سرد بازاری بڑھتی جاتی ھے اور ان تمام آلام و افکار پر طرہ یہ ھے کہ قبلہ و کعبہ کو شعر کہنے بلکہ شعر دیکھنے سننے سے قطعی نفرت ھو گئی ھے۔ جو زمانہ شاعری کے مشغلے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گزرا اس پر ہی افسوس فرمایا کرتے ہیں، یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں یا کتب دینیہ پڑھایا کرتے تھیں۔ ہر وقت یہی چرچا ہے یہی مشغلہ، دو چار درخواستیں شاگردی کی روز آتی ہیں مگر یا جواب قلم انداز ہوتا ہے یا عذر لکھ دیا جاتا ہے۔ ہم بھی آپ صاحبان کی خوش نصیبی ہے کہ ہر طرح کی غزل پر اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ غرض دل تو یہاں مٹی ہو رہے ہیں، پھر کوئی کیا خود غزل کہے کہا دوسروں سے کہلوائیے۔ ہاں اللہ رحم فرمائے تو سر آنکھوں سے گل چیں ۱ کے لیے غزل کہی جائیے۔ جب دل پر جبر کرنے سے بھی کام نہ چلے تو تمھیں بتاؤ کہ کیا کیا جائیے۔ اس غزل کو منشی صاحب نے . . . مزاج کی حالت میں ملاحظہ فرمایا ہے، اصلاح مجھ سے لکھوادی ہے اور تم سے اور

۱۔ "گل چین" لکھنؤ سے ۱۸۹۱ء میں جاری ہوا۔ بعد ازاں گورکھپور منتقل ہوگیا، پھر ۱۹۱۷ء میں بند ہوگیا۔ دوبارہ غالباً لکھنؤ سے جون ۱۹۱۷ء میں جاری ہوا (تاریخ صحافت، امداد صابری، جلد سوم، ص ۵۰۲)۔ جبکہ "دامن گل چیں" کا پہلا پرچہ ۱۸۸۵ء میں ٹائپ میں شائع ہوا۔ اس کے نگراں خود امیر اور مہتمم محمد احمد تھے۔ اپریل کا پرچہ لیتھو میں طبع ہوا۔ امیر ۱۸۸۶ء میں نواب کلب علی خاں کے بلانے پر رام پور آگئے تو "دامن گل چیں" واحد علی بسمل کے سپرد کیا . . . آخری مرتبہ ۱۸۹۹ء میں لطیف احمد اختر مینائی نے اسے نکالا، پھر وہ بند ہوگیا"۔ (مطالعۂ امیر، ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھنؤ، نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۳ء، ص ۱۰۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھائی وسیم۔۱ سے بہت بہت دعا کے بعد فرماتے ہیں کہ جتنا تم کو "گل چیں" میں میری غزل اور کلام اصلاح نہ ہونے سے رنج ہے اس سے کہیں زیادہ مجھے افسوس اور صدمہ ہے، مگر کیا کروں۔ اب تو ہمت سے بھی کام نہیں چلتا ہے۔ مجھے معاف کرو اور خدا کے لیے بے دردی اور بے توجہی سمجھ کے کبیدہ اور رنجیدہ نہ ہو۔ فقط۔

تمھارا خیراندیش

ممتاز

۸۔ بنام منشی محی الدین صاحب اشک

بھنڈی بازار، بمبئی۔

۲۸ جنوری ۱۸۹۴ء

رام پور اسٹیٹ دفتر امیر اللغات۔۲

آپ کا قدیم نیازمند ممتاز، نیازمندانہ تسلیم کے بعد "زبان" کی ایک کاپی عطا ہونے کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ "زبان" کی امداد جو

۱۔ وسیم خیر آبادی دفتر امیر اللغات کے پہلے معتمد تھے۔ تفصیلی معلومات کے لیے ماخذات کی نشاندھی گذشتہ مقالے "دفتر امیر اللغات" میں کردی گئی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے، مارچ ۱۲۲۹ھ میں وفات پائی۔

۲۔ ممتاز علی آہ کا یہ خط اضافی تحریر کے طور پر امیر کے ۲۸ جنوری ۱۸۹۴ء کے ذیل میں آتا ہے جو منشی محی الدین اشک ساکن بھنڈی بازار کے نام ہے چنانچہ آہ کا یہ خط بھی اس مکتوب الیہ کے نام قرار پاتا ہے۔ امیر نے اپنے اس خط میں پیرانہ سالی کے سبب براہ راست رسالہ "زبان" میں لکھنے سے معذرت چاہی ہے مگر اس قدر ضرور لکھا ہے کہ "اگر ممتاز چاہیں تو لکھ دیں گے ... میں نے ممتاز سے کہا تو ہے اور ان کو خود بھی تمھارا خیال ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ اس کے امکان میں ہوگی بسروچشم مدد دے گا۔ اگرچہ ممتاز اب وہ ممتاز نہیں رہا ہے، اور غالباً آگے چل کر اتنا بھی نہ رہے مگر جو بات امکان میں ہوگی آپ سے اس کے لیے گریز نہیں ہے۔

فقط ممتاز

۹۔ بخدمت جناب مولوی محمد حسین صاحب
دیوان ریاست کھیرا گڑھ۔
مئی ۱۸۹۴ء۔

باپ کی طرح شفیق میرے پیارے ماموں! دو عالی نامے رجسٹرڈ پہنچے میں نے گویا رحمت الٰہی کے نمونے دیکھے۔ اللہ اللہ، جب مجھ سے نکمے ناکارہ خطا کار پر اس قدر شفقت فرماتے ہیں تو اس کی رحمت کا امیدوار کیوں نہ ہوں اور اس کے فضل و کرم پر کیوں کر بھروسہ نہ کروں۔ کوتاہ قلمی کا سبب پہلے تو میری ․․․ اور خود فراموشی رہی، اس کے بعد اس قصور کا حجاب بڑھتا گیا، جس کے ہاتھوں اتنے دن میں اس دولت سے محروم رہا جو ایک عمر کے بعد محض آپ کی بزرگانہ فیاضی سے مجھے ملنے لگی تھی۔ لیکن زہے نصیب میرے کہ آپ کے مربیانہ الطاف کا دریا جوش میں آیا اور بغیر اس کے کہ قصور کوتاہ قلمی کا پوچھ کر اس کے معقول و نامعقول ہونے پر غور فرما لیا جائے، عفو قصور فرما دیا گیا۔ میں دیکھتا ہوں تو محبت اور عنایت کی دنیا میں بھی اصول جاری ہیں، مگر آپ کے عالی خیال نے مجھے شفقت کی وہ نئی دنیا دکھا دی جہاں اصول و قواعد کی جمہوری سلطنت نہیں ہے بلکہ مہربانی محض کی حکومت ہے اور یہ طرز حکمرانی آپ کا نو ایجاد آلہ ہے جس سے دل کی اقلیم چشم زدن میں ہمیشہ کے لیے ایسے استحکام کے ساتھ فتح ہوتی ہے کہ اگر غنیم بھی دیکھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو وہاں کی رعایا آپ کی محبت کے جوش میں ابھر پڑے ۔ ماموں صاحب! میں پورا غور کرنے سے بھی نہیں سمجھ سکتا کہ ذلیل ممتاز کے حال پر جو زمانے کے ساتھ بغاوت کرنے کے جرم میں کام یابی اور امید کے سرسبز اور آباد ملک سے ناکامی اور پاس کے کالے پانی کو بھیج دیا گیا ہے۔ (کذا) اور جہاں وہ بھی پیوند خاک ہو چکا ہے اس قدر کیوں التفات خاص ہے۔ ہاں مجھے بھی سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی محض رحمت ہے اور یہ شفقت بزرگانہ خدا کی طرف سے ہی لذت بخش نعمت ہے کہ اگر اپنی ناشاد زندگی کے ہر سکنڈ پر شکر ادا کرتا رہوں تو بھی اس کی لذت کو شکایت ہی باقی رہے۔ قبلہ و کعبہ میں اپنی حالت آپ سے کیا عرض کروں، اس کا تو اب یہ حال ہے کہ آپ کی شفقت کا شکریہ لکھنے بیٹھا ، اس میں بھی دو چار دل دکھانے والے الفاظ سے اپنی جھلک اس نے دکھا دی افسوس مجھ کو اپنے حال پر ، اِس وقت افسوس کی انتہا ہے جب افسوس کو بھی مجھ سے عار ہے اور میں حد کو پہنچ جانے والے مایوسی کے عالم میں انسانیت کی دنیا کو حسرت کی نگاہِ واپسیں سے دیکھ رہا ہوں۔ میرے درد کی تو یہ شعر بھی دوا نہیں ہو سکتا

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

یہاں جہالت کی زمین نے اس طرح ایک پہلو کھا لیا ہے کہ اس کا شبہہ بھی نہیں ہوتا وہ حالت ہے کہ چمچے سے بھی دانت نہیں کھلتے جو یہ خیال ہو کہ شاید حلق سے دوا اتر جائے۔ استقبال حال سے ماضی ہوا چاہتا ہے۔ ہو کیا رہے گا ، جو کچھ ہونے والا ہے وہ آنکھوں کے سامنے سے گزر رہا ہے۔ دو ایک نامور بزرگ یا دوست طبیب جن کی شفقت یا دل نوازی رحم کھا کر میرے علاج کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنا چاهتی ہے وہ مرض کو دیکھ دیکھ کر مایوسانہ لہجے میں کہتے ہیں کہ یہ زندگی موت کے سنبھالے ہیں، اب ہمارا کوئی نسخہ نہیں سنبھال سکتا ۔ افسوس ، میں اپنی آرزوئیں اپنے ساتھ لے جاتا ، کچھ مضائقہ نہ تھا وہ میری ہیں، مگر ستم تو یہ ہے کہ قتل خیانت اور لوٹ مار کا مرتکب ہوا چاہتا ہوں اس واسطے کہ بیشتر آرزوئیں میرے ساتھ خون ہو چکیں اور باقی ماندہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا ۔ انگریزی جس کا آج کل راج ہے اول تو پڑھی ہی کیا تھی اور جتنی پڑھی تھی وہ بھی بے پڑھی ہوگئی۔ وہی انگریزی ہے جس کے پیچھے عربی فارسی سے بھی بالکل بے بہرہ رہ گیا ۔ پھر جب ہاتھ پاؤں ہی نہیں ہیں ، لولا اپاہج ہوں تو کام یابی کے پھل خود بخود آسمان سے (میرے لیے) ٹپک پڑنے سے رہے ، اس حالت میں اس پرند پر میری نگاہ حسرت پڑ رہی ہے جو گھونسلے سے بہت دور بے پروا ہے ، ایک درخت کے کھوہ میں پڑا ہوا ہے۔ رزاق بے حساب کے حکم سے ایک عقاب اس کا رزق اس کو پہنچایا کرتا ہے ،بہرحال (شعر) :

آس اس کی کرمی کی مرے دل سے لگی ہے
خود جس کی عطا کا ....

دنیا کا یہ نقشہ دین کا وہ حال ہے کہ توبہ بھلی ۔ اب یہ نوبت پہنچی ہے کہ گناہ کا وکیل خیال فاسد نام تقدیر خود جس کی عطا کا . . . ۔ اور تدبیر کے جھگڑے میں میری ہر حالت . . . حق میں فیصلہ کردینے کو مجبور کر رہا ہے گھبرا گھبرا کے کئی بار دل میں آیا کہ اور کہیں ٹھکانا نہیں ہے تو اب آپ ہی کی خدمت میں جا رہوں۔ جب سے حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا ہے [۱] ان کے

۱۔ حافظ محمد محمود ، مکتوب نگار کے ماموں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل و عیال کو چھوڑ کے جن کا ہر وقت شریک حال کوئی نہیں ہوتا، چاہے ان لوگوں کو میری اس قدر ضرورت نہ ہو مگر میرے دل سے تو یہ تمنا نہیں جاتی کہ :

اٹھا دل زندگی سے جان بھی ہو کر حزیں نکلی
...ہے تیری حسرت پر نہیں نکلی نہیں نکلی

بہت خیال دوڑاتا ہوں، اس ریاست میں کسی کی سفارش سے تھوڑا بھی تعلق سرکاری ہوجائے تو یہیں پڑا رہوں لیکن یہ خیال خام معلوم ہوتا ہے اور اب یہ دل میں مجبوری سے ٹھان لی ہے کہ دو ایک مہینے یہاں کا رنگ اور دیکھ کر کسی طرف چل کھڑے ہونا چاہیے، یا قسمت یا نصیب۔ آپ ہی میرے خیال سے اس طرف توجہ فرماتے کہ اس ذراسی ریاست کو چھوڑ کر کسی بڑی ریاست کے دیوان یا کم سے کم کوئی اور افسر بااختیار ہوجاتے۔ مجھ سے جاہل کی کہیں کھپت ہوسکتی ہے تو کسی ریاست میں جہاں پیٹ بھر کے روٹی ملنے کا سہارا ہو۔

لغت کا ابتدائی حال تو حصۂ اول کے دیباچے سے معلوم ہوگا، اس قدر اور ہے کہ سوا ریاست عالیہ بھوپال کے اور کسی ریاست نے کچھ بھی امداد نہیں کی ۱۔ اسی ریاست سے کچھ اور بھی

۱۔ ۱۸۹۷ء میں امیر نے حیدرآباد دکن کے سفر کا ارادہ کیا لیکن بھوپال میں اتر گئے اور کافی دن وہاں گزارے۔ آن کی بھوپال میں بڑی عزت تھی۔ ان کو دربار سے وقتاً فوقتاً امداد بھی ملتی تھی۔ امیر نے دوسری مرتبہ حیدرآباد دکن جاتے ہوئے پھر بھوپال میں قیام کیا۔ آن کی یادگار کے طور پر ان کے شاگردوں نے ایک گلدستہ "گلبن سخن" مثل پیام یار کے جاری کیا جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۹ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرضہ ملا تھا وہ بھی ختم ہوگیا۔ پبلک نے بھی کچھ قدر نہیں کی نتیجہ یہ ہے کہ پندرہ ہزار روپیہ ریاست کا اس کتاب کی بدولت منشی صاحب پر قرض ہوگیا ہے ۔۱

لغت کا کام آئندہ کے لیے گویا بند ہے۔ نہ کتابیں بکتی ہیں نہ کوئی رئیس یا گورنمنٹ فراخ حوصلگی کو کام میں لاتی ہے۔ افسوس ہے کہ ایسی کتاب قدردانی مفقود ہونے سے اختتام کو پہنچتی معلوم نہیں ہوتی۔ تیسرا حصہ بعض موانع سے اب تک چھپنے کے قابل نہیں ہوا۔ اس حصے میں صرف ب کے لغات ہوں گے۔ حالانکہ

(صفحہ ۳۴۸ کا بقیہ حاشیہ)

کئی سال تک نکلتا رہا۔ امیر اور بھوپال کے حوالے سے معلومات ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے اپنے مقالے "اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ" (ادارہ ادب و تنقید، بھوپال، ۱۹۶۵ء) میں اور امیر کے سوانح نگاروں ممتازعلی آہ اور جلیل مانک پوری نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔ اس کے علاوہ عبدالقوی دسنوی کا ایک مضمون "امیر مینائی بھوپال میں" (مطبوعہ ادبی دنیا، لاہور، مارچ ۱۹۷۰ء، ص ۲۱) بھی قابل لحاظ معلومات فراہم کرتا ہے۔

۱۔ نواب مشتاق علی خاں (والیٔ رامپور) نے پندرہ ہزار روپیہ لغات کے لیے قرض دیا تھا۔ یہ قرض امیر اپنی زندگی میں ادا نہ کرسکے۔ امیر کے بعد یہ روپیہ ان کے بیٹے محمد احمد مینائی کی تنخواہ سے وصول کیا گیا۔ بقول اسمٰعیل احمد مینائی "اس قرض میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔ اس قرض کی بہت سی مشکلات میں بشیرحسین زیدی (چیف منسٹر رام پور) کی زیادتیوں کا بھی بڑا دخل تھا"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختصار ملحوظ رکھا، مگر زبان کا آخر پھیلاؤ ہے، کہاں تک (اختصار ملحوظ رہے)۔ آپ کچھ ضرور لکھیں، مگر چھپوانے سے پہلے یہاں بھیج دیں، اس لیے کہ اس کی مالی حالت کا اظہار یہاں کی پالیسی کے خلاف قلم سے نہ نکلنے پائے۔

محمد ممتاز علی

۱۰ - بنام

رام پور اسٹیٹ ، دفتر امیر اللغات

۱۹ دسمبر ۱۸۹۳ء۔

جناب اڈیٹر صاحب مکرم بندہ تسلیم و تکریم ۔ آج آپ کے اخبار وفادار مورخہ ۱۰ دسمبر میں ایک حل طلب معما منشی مقبول احمد امرتسری کا لکھا ہوا نظر سے گزرا ، جس کے حل کرنے کے عوض میں ایک عمدہ ناول دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ناول کی چاٹ نے مجھے اس کے حل کی طرف متوجہ کیا ۔۱ اور اتفاق سے آج ہی اسی وقت حل ہوگیا ۔ تفصیل کے ساتھ لکھ کر بھیجتا ہوں۔ اپنے اخبار میں اسی معمے کا حوالہ دے کر چھاپیے اور ناول موعودہ بہت جلد بھجوائیے۔ آپ سے اس قدر احتیاط کا مستدعی ہوں کہ جب تک چھپ نہ جائے اغیار کی نظر سے محفوظ رہے۔

آپ کا نیاز مند :

محمد ممتاز علی

---

۱ - امیر، دفتر امیر اللغات میں لغت کے علاوہ کسی اور تذکرے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ممتاز علی آہ کو ناول سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے ایک ناول لکھنے کا شوق ہوا۔ کبھی کبھی رات کو کچھ لکھتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے حضرت کی نظر پڑ گئی۔ کہنے لگے ”بیٹا تم تو لغت کو ناول بنادو“۔ (”امیر مینائی“ ص ۹۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۸۶

حل

فارسی کا پنج حرفی لفظ کانون ہے جس کے معنی انگیٹھی۔ لہاروں کی بھٹی اور بھاڑ ہیں۔ اس کو آگ سے سروکار ہونے کے سبب سے آتش خور کہا گیا۔ جاڑوں میں آتش دان کو امیر غریب سب عزیز رکھتے ہیں۔ سر عورت سے مراد سوزن ہے جسے لہار بھٹی سے مدد دے کر بناتے ہیں چھوٹا سر کاف ہے اس کی جگہ بڑا سر یعنی قاف لگادینے سے قانون بن جاتا ہے جو زیب عدالت ہے۔ مکان اور بازار میں اس کا ہونا ظاہر ہے۔ ہر پرزے توڑنے پر یہ صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

پہلا دوسرا تیسرا حرف ایک عضو بدن/چہرہ ہے	ک ان، کان
پہلا چوتھا پانچواں ایک قسمِ استفہام ہے	ک و ن، کون
پہلا تیسرا بھرے کی فارسی ہے	ک ن ، کن کے معنی ہندی میں کرہیں اور کربھرے کی فارسی ہے۔
پہلا چوتھا گلی کوچہ ہے۔	ک و، کو
پانچواں چوتھا تیسرا ایک حرف ہے۔	ن و ن، نون
پانچواں چوتھا ایک شماری عدد ہے۔	ن و، نو، ۹
تیسرا دوسرا پہلا دوسرا عضو بدن/چہرہ ہے۔	ن ا ک، ناک
پانچواں چوتھا دوسرا تیسرا صفت عددی ہے۔	ن و ا ں، نواں
تیسرا چوتھا پہلا برچھی کا پھل ہے۔	ن و ک، نوک
تیسرا دوسرا پانچواں روزمرہ کی غذائے انسانی ہے۔	ن ا ن، نان
پہلا تیسرا چوتھا دوسرا پانی کا مخزن ہے۔	ک ن و ا، کنوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیسرا دوسرا پہلا چوتھا آبی جانور ہے۔ ن ا و، ناکو (مگرمچھ)
پہلا چوتھا تیسرا پانچواں اب ہے۔ ک ن و ن، کنون
پہلا چوتھا تیسرا بتاؤ کون ہے۔ ک و ن، کون
پہلا چوتھا دوسرا کہو سیاہ پرندہ ہے۔ ک و ا، کوا
پہلا دوسرا چوتھا شیردار چوپایا ہے۔ گ ا و، گاو
چوتھا تیسرا ایک انگریزی شماری عدد ہے۔ و ن، ون
دوسرا تیسرا وقت کا بہت کم حصہ ہے۔ ا ن، آن
دوسرا پانچواں اسم اشارہ بعید ہے۔ ا ن، ان (وہ)
دوسرا تیسرا تحقیق عربی ہے۔ ا ن، ان
پانچواں دوسرا تیسرا پہلا اہل ہنود کا مرشد ہے۔ ن ا ن ک، نانک
تیسرا دوسرا نہیں ہے۔ ن ا، نا
تیسرا دوسرا چوتھا دریائی راستہ (ص: سواری) ہے۔ ن ا و، ناو
تیسرا دوسرا چوتھا پہلا حربہ جنگی ہے۔ ن ا و ک، ناوک
چوتھا دوسرا کشادہ لفظ ہے۔ و ا، وا

بوجھ لیجیے اور ناول دیجیے
راقم: محمد ممتاز علی آہ
سیکریٹری دفتر امیر اللغات رام پور اسٹیٹ

۱۱۔ بنام: حکیم محمد عمر صاحب فصیح
شہر الور، حویلی قاضی حکیم محمد زکریا بیگ صاحب
۱۳ اپریل ۱۸۹۶ء
دفتر امیر اللغات، ریاست رامپور

جناب من سلام، کارڈ جواب طلب بذریعہ مطبع مفید عام آگرہ موصول ہوا۔ جواب ملاحظہ ہو۔

امیر اللغات کے دو حصے چھپے ہیں اور ہر حصے کی قیمت چھ روپے ہے۔ پہلے حصے میں تین ہزار کے قریب الف ممدودہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لغت ہیں اور دوسرے حصے میں الف مقصورہ کے لغات ساڑھے تین ہزار کے قریب ہیں دونوں حصوں کی صدہا جلدیں موجود ہیں، جس قدر مطلوب ہوں دفتر امیر اللغات سے طلب کیجیے اور جناب قبلہ و کعبہ حضرت امیر کی تصانیف سے دو کتابیں اور بھی اسی دفتر سے مل سکتی ہیں۔

دیوان دوم عاشقانہ موسوم بہ صنم خانۂ عشق، دو روپے۔ خیابان آفرینش، نثر کا میلاد شریف مع دیوان نعت ایک روپیہ۔

سید محمد ممتاز علی
سکریٹری دفتر امیر اللغات
۱۳ اپریل ۹۶ ع

۲۔ مکتوبات جلیل حسن جلیل مانک پوری ۔۱

۱۔ بنام حافظ خلیل حسن صاحب ۔۲
برہنائے تسلسل، صفر ۱۳۰۸ھ ۔۳
رام پور

۱۔ جلیل حسن جلیل مانک پوری ۱۸۶۴ع میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۰ء میں امیر کے کہنے پر رام پور آئے اور ۱۹۰۰ء میں امیر کے ساتھ دکن گئے۔ سنہ وفات ۱۹۴۶ء۔ مزید معلومات کے لیے ماخذات کی نشان دہی راقم کے گذشتہ مقالے "دفتر امیر اللغات" میں کی گئی ہے۔

۲۔ خلیل حسن خلیل مانک پوری ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ جلیل حسن کے بڑے بھائی اور امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ امیر کے کہنے پر وہ بھی رام پور آ گئے تھے۔ کئی سال ان کے ساتھ رہے۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیے: "دبستان امیر مینائی" از عرفان عباسی، ص ۱۶۷۔

۳۔ اس خط کے فوراً بعد امیر کا خط بھی منقول ہے جو خلیل حسن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۴ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مخدوم و مکرم بندہ ، بھائی خلیل حسن صاحب !

تسلیم و تکریم ۔ غزل آپ کی حضرت کے ملاحظے سے گزر کر روانہ کی جاتی ہے ۔ آپ کے خط کے جواب میں جو کچھ حضرت نے ارشاد فرمایا ہے اس کو میں اپنی زبانی عرض کرتا ہوں ۔ بالفعل آپ کو ریاست بھوپال بھیج دینے میں کام یابی کی امید نہیں پائی جاتی، کیوں کہ معاملات وہاں کے آج کل کچھ الجھے ہوئے ہیں اور خبریں مختلف طور پر سنی جاتی ہیں اور حضرت کے تشریف لے جانے میں ابھی قریب تین مہینے کا عرصہ معلوم ہوتا ہے ۱۔ کیوں کہ حصہ اول دو ڈھائی مہینے سے اوپر چھپ کر تیار نہیں ہو سکتا۔ اس حالت میں امید موہوم پر آپ کا تنہا سفر کرنا مفت میں زیر بار ہونا ہے ۔ اب چوں کہ آپ مکان میں بیکار بیٹھے ہوئے ہیں ، لہذا

(صفحہ ۳۵۳ کا بقیہ حاشیہ)

کو لکھا گیا ہے ۔ اس خط میں بھی امیر نے خلیل کو رام پور آجانے کے لیے لکھا ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ " جس طرح میں اپنے لڑکوں کو کچھ دیا کرتا ہوں اسی طرح ہمارے ممتاز و جلیل کو بھی دیتا ہوں ۔ جلیل ہی کا برتاؤ تمھارے ساتھ کیا جائے گا ۔ گھر میں پڑے رہنے سے یہاں آنا ، یہاں رہنا، عمدہ مشاغل میں جی بہلانا بہتر ہے"۔ امیر کے اس خط پر تاریخ ۲۴ صفر سن ۱۳۰۸ھ درج ہے ۔ بر بنائے تسلسل جلیل حسن کا خط بنام خلیل حسن ، اسی تاریخ کا قرار پاتا ہے ۔

۱۔ "امیر پہلی مرتبہ بھوپال ۱۸۹۷ء میں گئے " (اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ ، از ڈاکٹر سلیم حامد رضوی ، ص ۲۰۱ ۔)

گویا اس خط کے تحریر کرنے کے سات سال بعد۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مناسب ایسا نظر آتا ہے کہ آپ سردست یہاں تشریف لائیں۔ یہ گھر اپنا گھر ہے۔ جس طرح میں بے تکلف رہتا ہوں، بالفعل آپ بھی رہیں۔ کچھ دن میں دفتر کے کام سے بھی آپ کو واقفیت ہوجائے گی۔ بعد اس کے خدا چاہے گا تو بشرط رونق کار یہیں گنجائش ہوجائے گی . . . یا حضرت اپنے ساتھ بھوپال لے جائیں گے۔ بہرحال یہاں رہ کر کوئی نہ کوئی صورت انشاءاللہ نکل ہی آئے گی۔ یہ تحریر حضرت کے ارشاد کے مطابق لکھی ہے۔ اب میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں کہ آپ کا تشریف لانا خالی از بہبود نہیں اول تو حضرت کے تعمیل ارشاد کے باعث، افتخارِ نشاتین ہے دوسرے ایسی صحبت سراپا منفعت و برکت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ ماسوائے اس کے مجھے بھی آپ کی وجہ سے ہر طرح کا اطمینان و لطف حاصل رہے گا اور آئندہ کے لیے امید بہبودی کی، قوی ہے۔ آئندہ جیسے آپ کی رائے ہوگی۔

فقط جلیل حسن از رام پور

۲۔ بنام مجمع محاسن اخلاق، منشی قادر حسین قادر، حیدرآباد دکن۔

ملازم نواب عزیزالدین خان صاحب بہادر ناظمِ عطایات، اندرون کمان مغل پورہ، روبروئے مکان میر ریاست علی صاحب داروغہ، بر مکان میر احمد علی خاں صاحب عرف میاں جان صاحب حیدرآباد دکن۔

۲۸ دسمبر ۱۸۹۵ء

دفتر امیر اللغات، ریاست رام پور۔

مجمع محاسن اخلاق زادت اخلا قکم۔

تسلیم و تکریم، گرامی صحیفہ جس میں آپ کے آقا ولی نعمت کی اصلاح طلب غزل تھی، بنام نامی بندگان اعلیٰ حضرت جناب قبلہ منشی امیر احمد صاحب مد ظلہم العالی آ کر کاشف ما فیہا ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصیب اعدا حضرت کا مزاج تقدس امتزاج صحیح نہیں رہتا۔ علاوہ ضعف پیرانہ سالی و خستہ حالی کے، بعض امراض مزمنہ نے مدت سے رنجور و معذور کر رکھا ہے۔ فلہذا شعرو سخن کے مشاغل کی طرف طبع عالی متعالی کو التفات نہیں ہے۔ معزز تلمیذان قدیم و جدید کا کلام نزدیک و دور سے بہ کثرت آتا ہے۔ انہیں ایک نظر ملاحظہ فرمانے کی حسرت رہی ہے اور یہاں اس طرف نگاہ اٹھانے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ مگر حضرت کے اخلاق چونکہ وسیع ہیں، آپ نے اپنے آقا ولی نعمت کا شوق تلمذ جو حد سے زاید ظاھر فرمایا تو با وصف ھجوم موانع غزل بطیب خاطر ملاحظہ فرمائی اور کمترین کو حکم دیا کہ میں غزل اصلاح شدہ آپ کی خدمت میں بھیج کر حقیقت حال حرف کردوں۔ امید ہے کہ آپ اس کی رسید سے ضرور مطمئن فرمائیں (گے)۔ حضرت کے دیوان دوم کی جس کا نام "صنم خانۂ عشق" ہے -۱ تہذیب و تکمیل ھو رہی ہے، بلکہ ھو گئی ہے۔ امید ہے کہ عنقریب طبع ھوکر نظر افروز عالم ھوگا۔ اعلیٰ حضرت آپ کے آقا ولی نعمت کی خدمت میں سلام و نیاز اور آپ کو سلام مسنون کہتے ہیں۔

اخلاص مند، جلیل حسن جلیل

از دفتر امیر اللغات، ریاست رام پور

۱- یہ دیوان اس خط کے لکھنے کے تقریباً تین سال بعد ۱۸۹۸ء میں شائع ھوا جبکہ امیر کا پہلا دیوان "مرآۃالغیب" ۱۸۷۳ء میں طبع ھوا تھا۔ جنوری ۱۹۲۲ء میں دوسری بار نول کشور لکھنؤ سے شائع ھوا۔ علاوہ ازیں دوسرا دیوان "صنم خانہ عشق،" دوسری مرتبہ ۱۹۱۳ء میں امیر المطابع، حیدرآباد دکن سے شائع ھوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تکملہ سخن یہ ہے کہ ایک قافیہ میں غزل ایسی سہو فرمائی گئی کہ اس سے طباعی اور ذہن عالی کی رسائی صاف ظاہر ہے۔ حضرت نے اصلاح کم دی ہے، اس وجہ سے کہ طبع ہمایوں حضرت مصنف سے آگاہی نہیں کہ زیادہ اصلاح پسند ہے یا اتنی بھی گراں گزرے گی۔ آئندہ رسم خط و کتابت سے مزاج شناسی ہو جائے گی تو اس کے موافق اصلاح دی جائے گی۔ ۱

۳۔ بنام مولوی سید محمد حسین صاحب بہادر، دیوان ریاست کھیرا گڑھ

کھیرا گڑھ۔ ضلع رائے پور۔

۸ مارچ ۱۸۹۶ع۔

رام پور۔

عالی جناب مستغنی عن القاب زادت التفاتکم

آداب بعد ادب قبول ہو۔

۲ مارچ کا قدسی صحیفہ آیا۔ اس کے آنے اور شرف صدور لانے سے جو عزت، مفاخرت اور سعادت مجھے حاصل ہوئی اس کا شکریہ جدا گانہ عرض کروں گا۔ اور اسی کے ساتھ اپنی کوتاہ قلمی کا عزر بھی لکھوں گا جس کی وجہ سے جناب والا کو اپنے خادم جلیل ذلیل کی طرف زیادہ توجہ کرنا پڑی

بات رکھ لی مری قاتل نے گنہ گاروں میں
اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

۱۔ خط کی آخری سطور امیر کے انداز اصلاح کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ اسی طرح کی کچھ مثالیں، مولوی نعیم الحق آزاد شیخ پوری شاگرد امیر نے بھی "حیات الشعراء" میں درج کی ہیں (حیات الشعراء، میرپورخاص سندھ، ۱۹۶۹ع، ص ۲۳۶)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس وقت صرف امور مستفسرہ کا جواب گزارش کرتا ہوں۔ دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمایا جائے۔ واقعی مسئلہ بڑی الجھن کا تھا۔ مشکل سے یہ پہلو نکالا گیا کہ وہ مد مقابل بھی قرار دیے گئے اور حضرت (امیر) کی ترجیح بھی ثابت ہوگئی جو بہت صحیح تھی میں نے جوابات لکھ کر حضور میں پیش کر کے حضرت کی رائے بھی شریک کرلی ہے۔ اب جناب کی رائے پر منحصر ہے۔ یہاں اللہ کے فضل سے بہ ہمہ وجوہ خیریت ہے۔

فرماں بردار جلیل ذلیل

(دوسرے صفحے پر یہ جواب درج ہے)

۱۔ جناب قبلہ کی عمر اس وقت، چھیاسٹھ (۶۶) یا سڑسٹھ (۶۷) سال کی ہے۔ یہ بہت صحیح ہے کہ ناسخ و آتش کی شاعری کی انتہا اور منشی صاحب کی شاعری کی ابتدا کا زمانہ ایک تھا۔ ان کے مشاعروں میں شامل ہونے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ہر چند ولولۂ شاعری اور جوش طبع عالی باوجود عمر اِن معرکۃ الآرا مشاعروں میں شریک ہونے کو بھی ابھارتا تھا مگر بزرگوں کی عدم اجازت سے کبھی اس میں کام یابی کا موقع نہیں ملا۔

۲۔ بے شک کثرت رائے اسی طرف ہے کہ منشی صاحب سے بہتر اردو کا کوئی محقق ماہر فن، قادر سخن، کامل شاعر نہیں، مدمقابل اگر ہیں تو باعتبار شہرت و مقبولیت کے داغ ہیں۔ لہذا اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح مرزا و میر، ناسخ و آتش اپنے اپنے زمانے میں مسلم الثبوت مانے جاتے تھے اسی طرح فی (زماننا) امیر و داغ مانے جاتے ہیں۔

۳۔ صحیح یہیں تک ہے کہ خلد آشیاں نواب کلب علی خاں منشی صاحب کے شاگرد تھے اور فردوس مکاں یوسف علی خاں بھی اپنے کلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں منشی صاحب سے مشورہ لیتے تھے۔ باقی عرش آشیاں نواب مشتاق علی خاں، حال نواب محمد حامد علی خاں بہادر نے نہ شاعری کی طرف توجہ کی نہ اصلاح لی۔ فلہذا یہ مضمون (صحیح نہیں ہوسکتا) کہ رئیس حال اور ان کے باپ دادا اور پردادا سب منشی صاحب کے شاگرد ہیں۔

تیسرے حصے-۱ کا حال ظاہر ہے۔ مدت سے تیار ہے اور روپیہ نہ (ہونے کی وجہ) سے طبع نہیں ہوسکتا۔ اب یہ کیا معلوم کہ کب اس کے چھپنے کی نوبت آئے گی اور آئے گی بھی . . . (یا نہیں)-۲

۴۔ محمد نوح صاحب

پرگنہ کڑا، ضلع الہ آباد۔

مکرما! السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ

آپ کا خط حضرت قبلہ و کعبہ کے نام آیا۔ مضمون مندرجہ کے دیکھنے سے کمال تعجب ہوا۔ آپ لکھتے ہیں کہ "آپ کے دوست ہر مہینے تین غزلیں بنا دیا کریں۔ چھے روپیہ سالانہ ان کو دوں گا" اور اس کے ساتھ شرایط بھی لکھیں اور آخر میں یہ بھی ہے کہ درصورت نامنظوری کے دنیا پڑی ہے۔ باوجود لیاقت و فراست یہ سخاوفت و دنائت، خیال میں نہیں آتا کہ آپ نے ایسا لکھا ہو۔ شاید چھے سو کی جگہ چھے کی رقم سہواً قلم سے نکل گئی ہے۔ بہرکیف یہ تحریر ایسی نہیں کہ اس کے جواب میں حضرت قبلہ و کعبہ اوقات گرانمایہ ضائع فرمائیں۔ مختصر جواب یہ ہے کہ وہ صاحب ایسے نہیں ہیں جیسا کہ آپ نے خیال کیا ہے۔ اس خیال سے اب آپ درگزریں۔" چرچا...

۱۔ امیر اللغات، جلد سوم

۲۔ یہ خط نامکمل صورت میں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گل ہر انجمن میں ہے"۔ اس مصرع کی نسبت حضرت فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے۔ ہر کی ہائے ہوز گرتی ہے۔ اس مصرع کی جگہ یہ مصرع ہو تو اچھا ہے۔

شعر، اقرار فرد فرد کو اہل سخن میں ہے
منشور نظم قبضۂ شاہ دکن میں ہے

محبی ادیب و کرم رحمان صاحب کا مطلع فائز ہے۔

جلیل حسن سیکریٹری،
دفتر امیر اللغات
ریاست رام پور
۱۸ اپریل ۱۸۹۸ء

۵- بنام محمد نوح صاحب تعلقدار
نارا پرگنہ کڑا، ضلع الہ آباد۔
رام پور،
۲۷ اپریل ۱۸۹۸ء-
محبی سلام مسنون اخلاص!

کھلا ہوا خط پہنچا، میری مجال نہیں کہ میں اس کو حضرت قبلہ و کعبہ کے حضور میں پیش کروں۔ اس کا مضمون دیکھ کر قطعی گمان ہے کہ حضور کو سخت ناگوار ہوگا۔ میں آپ کو پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب بھی لکھتا ہوں کہ اس خیال سے آپ درگزریں اور اس بارے میں خط و کتابت کی زحمت نہ اٹھائیں۔

والسلام

(شعر) برو این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

فقط
جلیل حسن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ بنام محمد عبداللہ صاحب علم

بازار رام نرائن، گھڑی سازوں کے کوٹھے، کانپور۔

دفتر امیر اللغات، ریاست رام پور۔

۲۹ اگست ۱۸۹۸ء۔

جناب من ۔ تسلیم، نوازش نامہ آکر باعث منت پذیری ہوا۔ حسبِ فرمائش، حضرت قبلہ و کعبہ کے حالات بذریعہ رجسٹری بھیجتا ہوں۔ اس کے ساتھ دو تاریخیں اور ایک غزل بھی ہے۔ یہ غزل دیوان میں تو نہیں چھپی مگر ایک مرتبہ ... چھپ چکی ہے اور اب تو کچھ اس کی حاجت نہیں معلوم ہوتی۔ حالات اور تصانیف کا تذکرہ کافی ہے، اور حضرت کے کلام سے بعض کتابوں کے ذکر میں جو قیمت لکھ دی گئی ہے اس کو اگر آپ نامناسب جانیں تو نکال ڈالیں، مگر کتابوں کا تذکرہ ضروری ہے۔ والسلام ماوجب ۔ پمفلٹ کی رسید جلد ... کیجیے گا۔ حضرت کے حالات تو بہت طویل اور واقعات کثیر تھے مگر میں نے مختصر (لکھے) اس خیال سے کہ شاید آپ کے یہاں گنجائش نہ ہو۔

فقط

اخلاص کیش، جلیل حسن جلیل

نقل اس کی مولوی محمد عبداللہ صاحب علم کانپوری

کی جنتری کے اندراج کے لیے روانہ کی گئی ہے۔

● ملک الشعراً منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی۔

آپ کے والد بزرگوار کا نام مولوی کرم محمد تھا۔[۱] شرافت

۱۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے امیر کے والد کا نام کرم احمد تحریر کیا ہے (لکھنؤ کا دبستانِ شاعری ص ۶۴۱) اس طرح عبدالحی نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۲ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاندانی اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ سے آفتاب کرامت سلسلہ اجداد میں تھے، جو سرزمین اودھ کے قطب کہلاتے ہیں اور جن کا مزار لکھنؤ میں آج تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کو خدا (ص) خاندان چشتیہ صابریہ میں روشن ضمیر حضرت محمد امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ سے بیعت اور خلافت ہے ا۔ ۱۶ شعبان روز شنبہ ڈیڑھ پہر ۱۲۴۶ھ میں آپ انجمن آرائے عالم ہستی ہوئے ۲۔ علوم متداولہ میں پوری دستگاہ حاصل کی۔ علاوہ اس کے طب، جفر

(صفحہ ۳۶۱ کا بقیہ حاشیہ)

بھی کرم احمد مینائی لکھا ہے۔ (گل رعنا، طبع چہارم)، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۳۷۰ھ، ص ۳۱۵) امیر کے دیگر سوانح نگاروں نے امیر کے والد کا نام کرم محمد مینائی بتایا ہے۔ اس سلسلے کی ایک اور شہادت مذکورہ بالا مکتوب میں بھی ملتی ہے۔

۲۔ جلیل نے اپنی کتاب (سوانح امیر مینائی، حیدرآباد دکن، مطبع سیدی، ۱۳۳۷ھ ص ۶) میں امیر کو میر شاہ چشتی صابری کا مرید اور خلیفہ بتایا ہے جبکہ دیگر مصنفین نے امیر کو حضرت محمد امیر شاہ کا مرید اور خلیفہ بتایا ہے۔ جلیل نے بھی مذکورہ بالا خط میں دیگر مصنفین کی معلومات سے اتفاق کیا ہے۔ اس بنا پر اسے کتابت کی غلطی کہا جا سکتا ہے۔

۳۔ جلیل نے مذکورہ بالا مکتوب میں امیر کی تاریخ پیدایش "۱۶ شعبان روز شنبہ ڈیڑھ پہر ۱۲۴۶ھ تحریر کی ہے۔ جبکہ اپنی کتاب (سوانح امیر ص ۳) میں "۱۶ شعبان ۱۲۴۴ء روز دو شنبہ لکھی ہے۔" ایک اور مکتوب خط۔ ۳ جو جلیل نے بنام مولوی محمد حسین ۸ مارچ ۱۸۹۶ء کو تحریر کیا ہے۔ (اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۳ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نجوم، وغیرہ کے بھی ماہر ہوئے، اور شاعری تو اور کمالات کے دیکھتے آپ کا دون مرتبہ ہے۔ چونکہ بد و فطرت میں خلاقِ ازل نے موزونیٔ طبع کے ساتھ نازک (خیالی) و سخن آفرینی کا مادہ کماحقہ رکھا تھا، ابتدائے سن شعور سے شعر کا مزہ دل میں پیدا ہوا۔ وہ ایک آگ تھی جو مشاغل کسب علوم کی وجہ سے کچھ (دبی رہتی) اور اندر ہی اندر اپنا کام کرتی گئی۔ بعد فراغ درس و تدریس وہ دبی ہوئی آگ بھڑکی اور بھڑک کر گلزار خلیل ہوگئی۔ پھر تو سخن کے ایسے ایسے پھول کھلے کہ ہر پھول نے ہزاروں باغ لگادیے، جس کی خوشبو سے آج شاعری کی دنیا اس سرے سے اس سرے

(صفحہ ۳۶۲ کا بقیہ حاشیہ)

خط میں بھی امیر کے متعلق اہم معلومات ملتی ہیں۔) اس خط میں وہ رقم طراز ہیں کہ "جناب قبلہ کی عمر اس وقت چھیاسٹھ یا سڑسٹھ سال کی ہے۔ اگر جلیل کے مذکورہ بالا خط کا بیان درست مان لیا جائے تو ۱۸۹۶ء میں امیر کی عمر تقریباً پینسٹھ سال بنتی ہے۔ اگر کتاب کی معلومات پر بھروسہ کیا جائے تو خط ۳ میں پیش کی گئی معلومات درست معلوم ہوتی ہیں۔ جلیل کے علاوہ بھی کئی لوگوں نے امیر کی سوانح لکھی۔ ان میں سب سے پہلے احسن اللہ ثاقب نے امیر کے مکاتیب کو مرتب کرکے شائع کیا اور امیر کی نسبتاً مختصر سوانح بھی تحریر کی، جس میں وہ امیر کی تاریخ پیدایش "۱۶ شعبان ۱۲۴۴ھ روز شنبہ" لکھتے ہیں (مکاتیب امیر مینائی ص ۲) اس کی تائید ممتاز علی آہ (امیر مینائی ص ۱) امیر احمد علوی (طرۂ امیر، لکھنؤ، انوار المطابع: ۱۹۲۸ء، ص ۳) عبدالحکیم حکمت (دبدبۂ امیری،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۴ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک مہک رہی ہے۔ اس فن میں آپ نے تدبیرالدولہ مظفر الملک منشی سید مظفر علی خان صاحب بہادر اسیر تخلص سے تلمذ اختیار کیا اور حق یہ ہے کہ آپ کی آتش بیانی نے (استاد کا نام) روشن کردیا۔ دربار شاہ اودھ اعلیٰ حضرت واجد علی شاہ جعل الجنۃ مشورہ میں باریاب ہوئے۔ دو کتابیں ہدایت السلطان اور ارشاد السلطان بادشاہ لکھیں۔ دو مرتبہ صلے میں خلعت گراں بہا پایا۔ تاانتزاع سلطنت، لکھنؤ آپ کے دم قدم سے رونق پذیر رہا۔ ناسخ، آتش کو آپ نے دورِ

(صفحہ ۳۶۳ کا بقیہ حاشیہ)

پٹنہ، برقی مشین پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۱۰) عبدالحی (گل رعنا، ص ۳۱۵) حامد حسن قادری (داستان تاریخ اردو، طبع سوم، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۳ء، ص ۳۹۸) ڈاکٹر کریم الدین احمد (امیر مینائی اور ان کے تلامذہ، ص ۱۴)، ڈاکٹر ابو محمد سحر (مطالعۂ امیر، ص ۶۷) کے علاوہ بھی کئی لوگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں کی ہے۔ جبکہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے (لکھنؤ کا دبستان شاعری، ص ۶۳۱) دبدبۂ امیری کے حوالے سے ۱۲۴۲ھ تحریر کی ہے، لیکن یہ سہو کتابت ہو سکتا ہے کیونکہ دبدبۂ امیری میں جس کے حوالے سے یہ تاریخ درج کی گئی ہے ۱۲۴۴ھ لکھا ہوا ہے۔ اس جائزے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امیر کی تاریخ پیدائش سے متعلق جلیل کی کتاب اور خط نمبر ۳ کی معلومات درست ہیں، جبکہ مذکورہ بالا خط کی معلومات درست نہیں۔ کئی مصنفین کے یہاں دن کا اختلاف ملتا ہے، لیکن یہ مسئلہ سنگین اس لیے نہیں کہ یہ فرق سن عیسوی اور ہجری کی مطابقت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طفلی میں پایا اور وزیر، صبا، انیس، دبیر وغیرہ کو شباب میں۔ اس ہرے بھرے چمن میں آپ ایسے رہے جیسے گلاب کا ہونہار درخت جس کو قدرت نے سب سے الگ پر زور نمو عطا کی ہو اور وہ آناً فاناً ترقی کر کے پھولتا پھلتا نظر آتا ہو۔ بعد زمانۂ غدر، فردوس مکاں نواب یوسف علی خاں بہادر والیٔ رام پور نے آپ کے کمال کا شہرہ سن کر نہایت قدردانی سے طلب کیا۔ ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۲۷۵ھ میں آپ رونق افروز دارالسرور ریاست رام پور ہوئے اور عدالت دیوانی کے حاکم با اقتدار رہے۔ نواب فردوس مکاں اپنے کلام میں بھی مشورہ فرمایا کرتے۔ جب خلد آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر کا دور حکومت آیا، شعر و سخن کا چرچا بڑھا، شعرائے دہلی و لکھنؤ کا مجمع ہوا اور مشاعرے دل فریب پیرائے میں نئے نئے رنگ نکالنے لگے، اسیر، منیر، بحر، زکی، خلیق، داغ، جلال سے دبار دربار کے مجرائی تھے۔۱ مگر عالی جناب کی نگاہ دقیقہ رس نے اپنی استادی کے لیے حضرت امیر ہی کا انتخاب کیا اور یہ انتخاب بہت ہی اچھا تھا۔ آپ سا لائق و فائق استاد پا کر وہ مشق سخن پیدا کی کہ تین دیوان اردو، ایک دیوان فارسی اور اکثر (کتابوں) کے مصنف ہوئے۔ بعد وفات نواب خلد آشیاں ارباب کمال کا مجموعہ مثل اوراق پریشاں ابتر ہو گیا مگر جناب منشی صاحب کو قدردانوں (نے) نہ چھوڑا۔ اسی اعزاز و احترام کے ساتھ اب تک رونق افروز ریاست ہیں اور امید ہے کہ عالی ہمت لائق رئیس حال کی بھی نظر شاہانہ ویسی ہی ہوگی جیسی آپ کے جدِ امجد قدردانی فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے انفاس متبرکہ بہتر کرے، برکت دے،

۱۔ دربار رام پور سے جو بھی ادیب و شاعر اور عالم وابستہ تھے، ان کی تفصیل حکیم نجم الغنی خاں نے "اخبار الصنادید" میں پیش کی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صد و سی سال سلامت رکھے۔ اس زمانے میں آپ کا وجود یادگارِ سلف اور منتخب روزگار ہے۔ شاعر اور بھی بہت ہوئے اور ہیں مگر اکثروں کا اتفاق ہے کہ اس پائے کا محقق، نازک خیال، قادر سخن، ماہر فن اردو کی دنیا میں پیدا نہیں ہوا کہوں کہ شعر کہنا اور ملک میں نامور ہوجانا اور بات ہے، لیکن استادی جس سے عبارت ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے میر کے بچپن میں تغزل کا رنگ خاص تھا اور اس رنگ سے وہ میر کہلائے مرزا کا مذاق قصیدہ رنگ تھا۔ ناسخ، آتش یہ غزل کے بادشاہ تھے۔ انیس دبیر کا کمال مرثیہ، سلام تک محدود تھا وقس علیٰ ھذا۔ جس شاعر کو دیکھیے ایک دو قسم کے علاوہ دیگر اقسام پر قدرت قائم نہیں پائی جاتی۔ بخلاف اس کے منشی صاحب کی ہمہ دان و ہمہ گیر طبیعت جمیع اقسام نظم پر یکساں قدرت رکھتی ہے۔ غزل میں میر کا رنگ بھرا ہے تو قصیدے میں مرزا کی روح پھونکی ہے۔ واسوخت کو دیکھیے تو ایک ایک بند پر انیس و دبیر کی جادو بیانی (نظروں میں) پھر جاتی ہے۔ یہی بات ہے جو آپ کی ذات کو فرد یکتا کہنے پر مجبور کرتی ہے۔ آپ کی تصانیف کثیر ہیں، چند کتابوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

امیر اللغات: یہ دلی لکھنؤ کی اردو زبان کی مبسوط اور مستند لغت ہے۔ اس کی تالیف میں جو اور جتنے علمی مسائل اس میں حل کیے ہیں ان کی تفصیل غیر ممکن ہے۔ اس کے دیکھنے معلوم ہوتا ہے کہ زبان اردو کتنی وسیع، کیسے اچھے محاوروں اور مثلوں سے بھری ہوئی ہے۔ اصل لغات اور ان کا اشتقاق فصیح وغیر فصیح، مستعمل و متروک، تذکیر و تانیث، حقیقی و مجازی مثلیں، دھلی و لکھنؤ کے اختلافات، علمی قانونی۔۔۔ اصطلاحات، دفتر والوں اور پیشہ وروں کے محاورے، عورتوں اور مردوں، عوام و خواص کی بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چیت کا امتیاز، غرض زبان کی باریکیاں اور خوبیاں اس طرح جمع کی گئی ہیں کہ جس کے پاس یہ لغت ہو وہ زبان داں بن جائے۔ آٹھ جلدوں میں سے دو جلدیں چھپ چکی ہیں، جلد اول میں ۳ ہزار لغت ہیں اور دوسری جلد میں ... اور چھپائی عمدہ، تقطیع ۲۰ × ۲۲ قیمت فی جلد چھے روپیہ۔ صنم خانۂ عشق: یہ دوسرا عاشقانہ دیوان فی الحال اردو کے نئے لباس میں دلہن بن کر نکلا ہے جس کا ہر شعر رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ مضمون کی نزاکت، زبان کی لذت اور ادا بندی کے ساتھ متانت، ثابت کرتی ہے کہ "مرآۃ الغیب" نقش اول تھا اور صنم خانہ عشق نقش ثانی ہے۔ آخر میں گوہر انتخاب و جوہر انتخاب مفرد اشعار کے دو مجموعے بھی ضمیمہ ہیں، جن میں میر کی شاعری کا پورا رنگ ہے۔ کاغذ اور چھپائی نفیس، ضخامت ۳۸۱ صفحے، فی صفحہ ۲۱ سطریں، قیمت دو روپیہ۔ محامد خاتم النبیین: دیوان نعتیہ قیمت بارہ آنے۔ خیابان آفرینش: نثر کا میلاد شریف قیمت آٹھ آنے، مرآۃ الغیب: اول دیوان، "واسوختوں کا مجموعہ: اس میں چند واسوخت ہیں۔[۱]" مثنوی نور تجلّی، مثنوی ابر کرم، تذکرہ انتخاب یادگار

۱۔ ممتاز علی آہ نے واسوخت کے بارے میں لکھا ہے کہ، "منشی صاحب نے واسوخت بھی سات کہے۔ ان میں سے چھے "شعلۂ جوالہ" (مجموعہ واسوخت) منشی نول کشور آنجہانی کے مطبع میں پہلے، چھپ چکے تھے۔ اس مجموعے کا تاریخی نام مضامین دل آشوب ہے اور ان کا سال طبع مرآۃ الغیب سے پہلے ۱۲۸۴ھ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا نام بھی تاریخی ہے ... پھر ۱۹۲۱ء میں دائرہ ادبیہ لکھنؤ نے "مینائے سخن" کے نام سے یہ واسوخت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۸ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسدس ذکر شاہ انبیا، مسدس صبح ازل، مسدس شام ابد، مسدس لیلۃ القدر، زاد الامیر، نماز کے اسرار، وظیفہ جلیلہ ۔ جن کتابوں کی قیمت بھی لکھی ہے وہ سیکریٹری دفتر امیر اللغات ریاست رام پور سے مل سکتی ہیں۔

۸۔ بنام : جناب منیجر صاحب، اخبار عام

دفتر اخبار عام، لاہور۔

۱۰ ستمبر سن ۱۸۹۸ء۔

دفتر امیر اللغات، رام پور اسٹیٹ۔

جناب بندہ! تسلیم و نیاز، اخبار عام ہفتہ وار کا نمونہ مرحمت ہو اور یہ ارشاد ہو کہ اشتہار مندرجہ ذیل اخبار مذکورہ میں چار مرتبہ چھپنے کے لیے کس قدر اجرت درکار ہوگی۔

جلیل حسن سیکریٹری

(صفحہ ۳٦۷ کا بقیہ حاشیہ)

اسی مطبع میں چھپوائے ہیں امیر کا ساتواں واسوخت ڈاکٹر کریم الدین احمد نے رسالہ "اردو" کراچی بابت جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء میں شایع کرایا۔ حکیم ابو العلاء ناطق لکھنوی اپنے مضمون "ملک الشعراء حضرت امیر مینائی" (مطبوعہ رسالہ نیرنگ، دہلی، ۱۹۳۰ء، ص ۳۲) میں مجموعہ واسوخت موسوم بہ شعلہ جوالہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ : امیر مرحوم کے واسوخت ملاحظہ کر کے نواب صاحب (یوسف علی خاں) کو بھی واسوخت کہنے کا شوق ہوا۔ چناں چہ ایک واسوخت بہاریہ کہا اور امیر مرحوم کو دکھایا۔ اس واسوخت میں اول سے آخر تک بہار کا رنگ ہے۔ امیر مغفور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳٦۹ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصانیف ملک الشعرا حضرت امیر مینائی لکھنوی

امیر اللغات: یہ اردو کا جامع اور بے مثل لغت لکھنؤ و دہلی کے محاورات و اصطلاحات و مفردات و مرکبات کا خزانہ ہے۔ اس کی دوہی جلدیں چھپی ہیں، فی جلد ۲ روپے۔

صنم خانۂ عشق: نیا دیوان، رنگ میں ڈوبا ہوا۔ ایک ایک شعر پر سوری شاعری قربان ہے۔ قیمت دو روپے۔

خیابانِ آفرینش: مستند روایات کا مولود شریف مع دیوان نعتیہ ایک روپیہ۔

المشتہر

جلیل حسن

سکریٹری دفتر امیر اللغات

رام پور، مرادآباد۔

سرخ روشنائی سے جو کچھ لکھا گیا ہے یہ جلی قلم سے لکھا

(صفحہ ۳۶۸ کا بقیہ حاشیہ)

نے بھی ایسی اصلاح دی کہ پورا واسوخت کھل گیا۔ نواب صاحب کا شوق اس سے اور بڑھ گیا۔ متواتر چار واسوخت کہے اور وہ چاروں مطبع نول کشور لکھنؤ میں مجموعہ واسوخت موسوم بہ شعلہ "جوالہ" میں طبع ہوئے۔ حکیم ابوالعلا ناطق کے بیان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ "شعلہ جوالہ" نواب یوسف علی خاں کے مجموعہ واسوخت کا نام ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ حکیم صاحب سے سہو ہوا ہے۔ اس لیے کہ امیر خود قادر الکلام شاعر تھے۔ وہ کسی کے واسوخت کیوں اپنے نام سے طبع کرانے لگے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک ہی وقت میں، ایک نام سے دو مجموعے ایک پبلشر نے شائع کیے ہوں۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ ایسا ہوسکتا ہے تو پھر یہ ممکن نہیں کہ نواب صاحب کا مجموعہ واسوخت شائع ہوا ہو اور پھر امیر نے بھی اسی نام سے اپنا مجموعہ واسوخت طبع کرالیا ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے گا اور اشتہار خوب صحیح اور واضح، اور اشتہاروں سے علیحدہ مضامین کے درمیان جگہ پائے گا۔

۹۔ بنام: جناب محمد حسن صاحب تاجر کتب
سرائے گیا۔

۱۲ ستمبر ۱۸۹۸ء
دفتر امیر اللغات

جناب من تسلیم۔

کارڈ بہ طلب کتب پہنچا۔ مضمون مندرجہ پر آگاہی ہوئی۔ کمیشن کا قاعدہ یہاں یہ رکھا گیا ہے کہ ۲۵ جلدوں کا جو یکمشت خریدار ہو اس کے ساتھ بہ حساب فی صدی دس روپیہ رعایت کی جائے گی۔ متفرق خریداروں کے لیے کوئی قاعدہ تخفیف قیمت کا نہیں رکھا گیا، مجبوری ہے۔ آپ چونکہ، کئی جلدیں متفرق طور پر منگوا چکے ہیں لہذا اس قدر رعایت کی جاسکتی ہے کہ محصول آپ سے نہ لیا جائے۔ یہ رعایت بھی مخصوص آپ کے لیے ہے۔
جلیل حسن سیکریٹری دفتر

۱۰۔ بنام: سید سراج الدین احمد۔ سکریٹری انجمن احباب
دفتر انجمن احباب، محلہ منہاران
جے پور۔

۱۹ اکتوبر سن ۱۸۹۸ء
از دفتر امیر اللغات ریاست رام پور مراد آباد

بندہ نواز! سلام نیاز۔ گرامی نامہ مورخہ ۱۶ ماہ حال صادر ہوا۔ یاد آواری کا شکر گزار ہوں۔ مستفسرہ امور کا جواب حسب ذیل ہے۔

۱۔ سراج الدین نام اور سراج تخلص تھا۔ ۱۳۳۴ھ میں جے پور میں انتقال کیا۔ جے پور کی علمی و ادبی سرگرمیوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ تاریخ گوئی میں کمال تھا۔ کئی تلامذہ جے پور میں بہت مشہور ہوئے (تذکرہ شعرائے جے پور مؤلف احترام الدین شاغل، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۵۸ء، ص ۲۶۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر اللغات کی بقیہ جلدیں ہنوز طبع نہیں ہوئی ہیں۔ امید ہے کہ تیسری جلد عنقریب طبع ہو، وقت پر اطلاع دوں گا۔ دونوں تیار شدہ جلدوں کی قیمت مع محصول ڈاک بارہ روپے بارہ آنے تھے عام خریداروں کے مقابل میں صرف ان تجار کو تخفیف دی جاتی ہے، جو یکمشت سو روپے کی کتابیں خریدیں۔ اتنی رعایت آپ کے ساتھ بھی ممکن ہے کہ محصول ڈاک نہ لیا جائے اس سے زیادہ ناممکن۔ خدمات لائقہ سے یاد اور شاد فرماتے رہیے۔

نیازمند

جلیل حسن جلیل سیکریٹری دفتر

اشتہار بھی اس خط کے ساتھ روانہ کیا گیا ہے۔

۱۱- بنام: مرزا پرورش علی خاں صاحب بہادر

ورکشاپ حیدرآباد دکن۔

۲۵ اکتوبر سن ۹۸ء

جناب من! تسلیم و تکریم۔ مکرمت نامہ صادر ہوا۔ سوالات متعلقہ امیر اللغات کے جواب عرض کیے جاتے ہیں کہ امیر اللغات کی دونوں مطبوعہ جلدیں باہم مربوط ہیں اور کوئی جلد ناقص نہیں ہے۔

فقط

نیازمند

جلیل حسن جلیل

سیکریٹری دفتر امیر اللغات۔

۱۲- بنام، مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر عربی

لاہور کالج

۲۹ مارچ سن ۱۸۹۹ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جناب مولوی صاحب مصدر عنایت کرم زیادت مجد کم

بعد سلام مسنون واضح خدمت ذی رفعت ہو. بحمد اللہ تعالیٰ احقر مع الخیر ہے۔ تھوڑا زمانہ ہوا ایک صراحت نامہ ارسال خدمت کیا تھا معلوم نہیں موصول ملاحظہ ہوا یا نہیں مگر جواب نہ ملنے سے میرا قیاس مقتضی ہوتا ہے کہ شاید وہ نیاز نامہ نہیں پہنچا۔ چونکہ ایک ضروری تکلیف میں نے اس نامہ نیاز کے ذریعے سے دی تھی، اس لیے جواب کا انتظار ہے اور اسی وجہ سے یہ خط رجسٹرڈ روانہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ توجہ فرمائی جائے۔ جناب من! سید احمد صاحب دہلوی مؤلف ارمغان و ہندوستانی ڈکشنری نے ایک کتاب ابھی، حال میں لاہور ہی کے پریس میں طبع کرائی ہے جس کا نام ہے "فرہنگ آصفیہ"، یعنی اس اردو لغت کو مکمل و مرتب کرکے چھپوایا ہے۔۱ اور غالباً قیمت طبع میں مالک مطبع سے جھگڑا کیا ہے۔ اس لیے سب کاپیاں مطبع میں ہیں۔ چند نسخے مولف نے

۱۔ ناشر، فرہنگ آصفیہ دیباچے میں سید احمد دہلوی اور فرہنگ آصفیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ۱۸۹۲ء میں لغت کی تدوین کا کام ختم ہوا۔۔۔ لغت کو مکمل طور پر طبع کرانے کی فکر ہوئی چنانچہ وہ لاہور پہنچے، جہاں مختلف کاتبوں سے اسے لکھوایا۔ کئی پریسوں میں اس کی طباعت کا کام شروع ہوا۔ اس دوران وہ خود لاہور ہی میں مقیم رہے اور انار کلی کی بازار کی ایک سرائے میں جہاں آج کل دہلی مسلم ہوٹل واقع ہے بیٹھ کر کتابت شدہ مسطر اور مطبوعہ صفحات کے پروف پڑھتے تھے (”دیباچہ فرہنگ آصفیہ، جلد اول، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ص ۵-)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۳ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منگوائے تھے۔ میں آپ کی عنایت پر بھروسہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک نسخہ اس کا جس قیمت پر ملے اس سے میں آگاہ کیا جاؤں اور وہ زرِ قیمت آپ کی خدمت میں بھیجدوں آپ ایک نسخہ اس کا اپنے نام سے خرید کر مجھے مرحمت فرمائیں۔ اس امر کا خاص طور پر خیال کیا جائے کہ میرا نام یانشان کسی طرح نہ معلوم ہو مولف کو میرے ساتھ ایک وجہ خاص سے نظر پڑی ہے اور اس اشتباہ میں میرا کیا ذکر، رام پور کے کسی آدمی کے ہاتھ بھی وہ کتاب نہ بھیجیں گے۔

میرا مقصد یہی ہے کہ میرا نام مخفی رہے او چھان بھی اسی کی کسی طرح نہ آئے کہ میں اس کا طالب ہوں جواب اس نشان پر ہو، مجھے پہنچ جائے گا۔ رام پور دولت خانہ جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی۔

حافظ جلیل حسن سیکریٹری

(نوٹ اس مکتوب کے آخر میں محمد احمد مینائی کے دستخط بھی موجود ہیں)۔

۱۴۔ بخدمت گرامی مولوی احمد حسین صاحب زاد لطفہ

مسجد زنگیاں کانپور

۷ مئی سن ۹۹ء

جناب من! مثنوی مولانائے روم کے ہر دو... مطبوعہ دفتر

(صفحہ ۳۷۲ کا بقیہ حاشیہ)

سید احمد دہلوی فرہنگ آصفیہ رفاہ عام پریس لاہور مئی ۱۹۰۸ء کے نسخے میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۹۸ء میں جلد سوم اور ۱۹۰۱ء میں خدا خدا کر کے جلد چہارم چھپ گئی۔ ہمارا خیال ہے کہ جلیل کا یہ خط اسی زمانے کا ہے جب جلد سوم اور چہارم طبع ہوئی ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بصیغہ ویلیو پے ایبل لطف فرمائیے۔ کاغذ سفید اعلیٰ درجے کا، لوح وغیرہ مینا کار جس کی قیمت فی مجلد تین روپیہ ہے۔

جلیل حسن سیکریٹری دفتر امیر اللغات
ریاست رام پور۔

۵۱۔ بنام، محمد کامل صاحب، اتالیق صاحب زادہ
مقام سرور نگر، ڈیوڑھی نواب آسمان جاہ مرحوم،
حیدرآباد دکن۔

جناب بندہ تسلیم عرض

آپ کے کارڈ مورخہ ۲۶ اپریل کے مطابق امیر اللغات کی دو جلدیں ویلیو پے ایبل یکم مئی کو روانہ کی گئیں اور پتا وہی لکھا گیا ہے جو آپ نے لکھا تھا اور جو اِس کارڈ پر لکھا جاتا ہے۔ مگر نہیں معلوم کیا سبب ہوا کہ وہ کتابیں واپس آئیں۔ محصول کا مفت نقصان ہوا۔ اس کا احتمال تو ہو نہیں سکتا کہ آپ نے واپس کیا، جس حالت میں کہ آپ خود ہی طلب کر چکے تھے۔ یہ گمان ہوتا ہے کہ آپ تک کتابیں (نہیں) پہنچیں بہرکیف اس کا جواب تحریر فرما کر اس الجھن کو رفع کیجیے اور اب ٹھیک پتا لکھیں کہ اس نشان سے پھر آپ کی خدمت میں روانہ کروں۔

والسلام! بعد تحریر اس خط کے، ڈاک خانے سے معلوم ہوا کہ ویلیو پے ایبل پارسل سرور نگر نہیں پہنچا۔ اب جو صورت آپ فرمائیں تعمیل کی جائے ایک صورت یہ ہے کہ آپ قیمت مع محصول و فیس رجسٹری بھیج دیں، یہاں سے کتابیں بصیغہ رجسٹری روانہ کی جائیں۔ اصل قیمت ہر دو جلد بارہ روپے، محصول پانچ آنے، رجسٹری تین آنے، جملہ بارہ روپیہ آٹھ آنے۔

فقط

جلیل حسن سکریٹری دفتر
۱۲ مئی ۱۸۹۹ء۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۶- بنام : ڈپٹی نذیر احمد خان صاحب پنشن یافتہ ۱-

دھلی-

۱۹ اکتوبر ۱۸۹۹ء-

جناب من!

آپ کے ترجمے کے ساتھ جو حمائل چھپی ہے اس کا ایک نسخہ بذریعہ ویلو پے ایبل جلد مرحمت فرمائیے-

جلیل حسن سیکریٹری

۱۷- بنام : منشی نوبت رائے صاحب مالک خدنگ نظر

نوا گنج مطبع آصفی لکھنؤ

۱۶ دسمبر ۱۸۹۹ء

مکرم نیاز مندان تسلیم عرض ہے-

آپ کے اخلاق نے جو اثر ڈالا ہے اس کے اقتضا سے بھی آپ کو ایک تکلیف دینے پر جراٰت ہوئی- حضرت نے نماز کا ایک رسالہ رام پور میں چھپوایا ہے ۲- وہ چاہتے ہیں کہ اس کا ٹیٹل (ٹائیٹل) آپ کے مطبع آصفی میں (چھپے) جناب ممدوح (سے) کاپی لکھوا کر بھیجی جاتی ہے- ہزار جلد چھپی ہیں- ہزار ہی ٹیٹل (ٹائیٹل) چاہیے - دامن گل چیں . . . شاید یہ رسالہ اس سے بیس ہو- کاغذ بھی وہی رہے جو دامن گل چیں کا مع ٹیٹل (ٹائیٹل) ہے-

مختلف رنگ کی کاپی پر بیل بنی ہے- آپ کی توجہ سے کوئی ھلکی اوز پتلی بیل بن جائے گی جس میں سادگی کے ساتھ دامن گل چیں کی بیل بلکہ پورا ٹیٹل (ٹائیٹل) بہت محبوب ہے- اس پر

۱- ڈپٹی نذیر احمد دھلوی مصنف مراۃالعروس وغیرہ

۲- نماز کے اسرار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظر کر لیجیے گا۔ حسن اور صفائی و (خوبی) میں یہ ٹیٹل (ٹائیٹل) اس کے برابر ہو، کم نہ ہو۔ تین صفحے بالکل سادے رہیں گے۔ قیمت کاغذ کی اور چھپائی کی آپ کو بھیج (دی) جائے (گی)۔ آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت قبلہ و کعبہ کو تعجیل بہت مدنظر ہے۔ کتاب چھپی رکھی ہے۔ آپ کے یہاں دیر جس قدر ہو بیل بنانے میں ہوگی، چھپنے میں تو وقت زیادہ صرف نہ ہوگا۔ پھر کیف اب آپ کے ہاتھ بات ہے۔ جہاں تک جلد کارروائی ہوگی اسی قدر آپ کا احسان ہوگا اور یہ عنایت آپ کی ہمیشہ پیش نظر رہے گی۔ کاغذ کے رنگ آپ کی انتخابی نگاہ تجویز کرلے گی۔ اس سے زیادہ آپ سے کرم کرما کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ قبلہ و کعبہ کی طرف سے بمضمون واحد۔ فقط ما وجب۔

فقط:

جلیل حسن کان اللہ لہ

ضمیمہ اوّل: مکتوب امیر

بخدمت محمد عبدالاحد صاحب خلفِ اکبر محمد عبدالصمد صاحب تعلقہ دار۔ شہر پور ساٹار۔ بلیا

قدر شناس علم و ہنر سلمکم اللہ الا کبر

سلام سنت الاسلام اخلاص و سپاس انضمام کے بعد لب مرام یہ ہے کہ عزیزی منشی ممتاز علی آہ سیکریٹری دفتر امیر اللغات کے نام جو پوسٹ کارڈ آپ کا آیا۔ اس میں آپ نے اس ہیچمدان کو تخصیصاً ایسے حسن عنوان یاد فرمایا کہ نادیدہ مشتاق بنایا۔ اس یاد آوری کا شکر واجب ہے اور چونکہ اس تحریر سراپا تنویر سے آپ کی توجہ کما حقہ امیر اللغات کی طرف پائی گئی، لہذا کچھ کیفیت اس تالیف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی التماس کرنا مناسب ہے۔ حالی خاطر عاطر ہو کہ اس زمانے میں دفعتاً سانحہ روح فرسائے رحلت والئیس پرسیڈینٹ ریاست جنرل محمد اعظم الدین خاں بہادر نے امیر اللغات کو گویا لاوارث کردیا۔ مرحوم کی مربی گیری سے اس کو اپنی تکمیل اور اشاعت کی کچھ فکر نہ تھی۔ تالیف میں گونا گوں اعانتیں ان کی طرف سے ہوتی تھیں اور ملک میں اس کے پھیل جانے کی صورتیں عمدہ عمدہ نظر آتی تھیں۔ ہند سے ولایت ہائے غیر تک ان کی بڑے بڑے معزز حکام سے رسم و راہ تھی سر رشتہ تعلیم و دفاتر سرکار میں عموماً اس کی کاپیاں خرید ہوتیں مگر افسوس کہ دفعتاً کھیل بگڑ گیا۔ اب دیکھنا چاہیے کس عالی ہمت فراغ حوصلہ کی تقدیر میں یہ ناموری ہے۔ میری ہمت تو بندھی ہوئی ہے مگر . . . کے ہمت میں کام کہاں چلتا ہے۔ خیر حوالہ بخدا ہے آپ سے علم دوست ہنر پرور، قدر شناس کا التفات پایا تو یہ کچا چٹھا جو درد دل ہے سنایا۔ یہ مضمون آپ ہی تک ہے۔ امید ہے کہ مجھ کو ہمیشہ اپنا داعی خیر تصور فرما کر کار ہائے لائقہ سے یاد فرمایا کیجیے۔ زیادہ التماس کی حاجت نہیں۔

فقط۔

امیر احمد عفی عنہ بقلم خود، ۲۰ ماہ رمضان ۱۳۰۸ھ

۳۰ اپریل ۱۸۹۱ء۔

ضمیمہ دوم: چند تصریحات

۱۸۹۱ء میں جب امیر اللغات شائع ہوئی تو اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ یہ "ارمغان دہلی" کی نقل ہے۔ پھر اس الزام کی حمایت اور مخالفت میں "اکمل الاخبار" میں مضامین شائع ہوئے۔ اس بات کا تذکرہ ممتازعلی آہ نے بھی کیا ہے (امیر مینائی، ممتازعلی آہ، ص۵)۔ بقول ریاض خیرآبادی اکمل الاخبار میں سید جالب دہلوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"امیر اللغات" کے خلاف مضامین لکھا کرتے تھے (بحوالہ "مطالعہ امیر" از ڈاکٹر ابو محمد سحر، ص ۴۴۳)۔ بعد ازاں یہ باتیں اخبار تک محدود نہیں رہیں۔ امیر کی وفات کے بعد جب "فرہنگِ آصفیہ" طبع ہوئی تو سید احمد دہلوی نے دیباچے کے شروع ہی میں اس کہانی کو پھر شروع کیا (قابل توجہ بات یہ ہے کہ "فرہنگ آصفیہ" کے ۱۹۰۸ء کے نسخے میں یہ عبارت شامل نہیں ہے)۔ سید احمد دہلوی تحریر کرتے ہیں:

"نامی گرامی شاعروں، عربی فارسی کے ماہروں، فنِ لغت سے ناآشناوں نے ارمغان دہلی، کا چربہ اتار کر لغت تراشی پر کمر باندھی، آبِ ضو طرفِ ضو وغیرہ اس قسم کے الفاظ درج لغات فرما کر بزعم خود فن لغت کو ترقی دینی چاہی مگر درحقیقت اپنی مسلم استادی پر حرف آنے کا ایک بین موقع دیا ہے۔ اگرچہ ۹۲-۱۸۹۱ء میں اس پر ڈیڑھ برس تک "اکمل الاخبار" دہلی میں بحث و مباحثہ طبع ہوتا رہا۔ ان کی فروگزاشت و عدم تحقیق لغات سے انہیں آگاہ کیا گیا، مگر وہ صرف الف ہی شائع کر کے رہ گئے"۔ (دیباچہ "فرہنگ آصفیہ"، سید احمد دہلوی، دہلی، نیشنل اکادمی، ۱۹۷۴ء، ص ۱)۔ سید احمد دہلوی کے اس الزام کا جواب منشی محمد یاسین شفق ۱۸۹۱ء میں دے چکے تھے لیکن ایک بار پھر انھی سوالات کا سامنا تھا۔ شفق لکھتے ہیں۔

"بعض لوگوں نے اس لغت کو "ارمغان دہلی" کی نقل کہا ہے اور بعض نے فیلن صاحب کی ڈکشنری کا خاکہ بتایا ہے۔ مگر کسی نے انصاف سے اس پر غور نہیں کیا کہ ایک زبان کے جب دو لغت یا دو سے زیادہ ہوں گے تو الفاظ کہاں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لائے جائیں گے ہر لغت لکھنے والا زبان سے الفاظ لے گا ایسی حالت میں ایک لغت دوسرے لغت سے ضرور ملتا جلتا رہے گا۔ (امیر اللغات، امیر مینائی، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸ء۔)

حقیقت یہ ہے کہ امیر کو الفاظ کی چھان بین کا شروع ہی سے شوق تھا اور امیر اللغات اسی شوق کا نتیجہ تھا۔ وہ محض شہرت حاصل کرنے کے لیے اس میدان میں نہیں کودے تھے۔ امیر اللغات کے مقدمے میں رقم طراز ہیں "اگرچہ لکھنؤ میں ہوش سنبھالتے ہی ترتیبِ لغت کا شوق ہے بےچین کرنے لگا تھا۔ لیکن رام پور پہنچنے سے قبل اس کو عملی جامہ پہنانے کا موقع نہیں ملا" (امیر کی اس تحریر سے ڈاکٹر کریم الدین احمد کے اس بیان کی نفی ہوجاتی ہے کہ "غدر سے پہلے انہوں نے جو لغت مرتب کیا تھا وہ تلف ہوگیا (امیر مینائی اور ان کے تلامذہ: ص ۳۳۸۔) کیوں کہ امیر غدر کے بعد رام پور تشریف لے گئے تھے۔ ممتاز علی آہ نے الفاظ کی تحقیق کی بابت تین واقعات درج کیے ہیں (امیر مینائی ۵۲)۔ اسی طرح حکیم ابوالعلا ناطق لکھنوی بھی لکھتے ہیں:

"امیر لکھنؤ تشریف لایا کرتے تو اپنے خاندان کی عورتوں سے ضرب المثلیں اور محاورے پوچھا کرتے تھے اور ان کے محلِ استعمال اور صحتِ استعمال کی بابت سوالات کیا کرتے تھے۔ (رسالہ نیرنگ، دہلی ۱۹۳۰ء، ص ۶۱)۔

یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ امیر، لغت نویسی کا شعور رکھتے تھے اس بات کی شہادت ان کے مطبوعہ مکاتیب سے بھی ہوتی ہے۔ ۸ دسمبر ۱۸۸۳ء کے خط میں میر مجاور کو تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"بہت سے کتابیں مبسوط میری کم فرصتی سے غیر مہذب پڑی ہیں۔ ریاست میں جب تک رہا تعمیل احکام سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

> راغ نہ تھا اب مطمئن ہوں تو گونا گوں مکر و ھات کا سامنا ہے . . . ایک کتاب "بہار ہند" بہار عجم قطع پر اردو زبان کی تحقیق میں لکھی ہے۔ اس میں محاورات و اصطلاحات و امثال وغیرہ بتعلق بہذااللسان مع اسناد اساتذہ لکھنؤ و دہلی ہے وکئی موجز ہیں۔ (امیر مینائی اور ان کے تلامذہ، ص ۵۱۔)

اس طرح کی اور معلومات "مکاتیب امیر مینائی" ص ۱۶۹ اور "امیر اور ان کے تلامذہ" ص ۵۵ میں بھی ملتی ہیں۔ لیکن ہمارے بعض محققین اور ناقدین نے اس سلسلے میں بڑی اشتہار بازی کی ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن نے اپنے مقالے "جلال لکھنوی" (مطبوعہ انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۵۶ء) میں لمبی چوڑی تمہید کے بعد یہ الزام لگایا ہے کہ "امیر مینائی کے ذہن میں لغات لکھنے کا خیال سرمایہ اردو (مولف جلال لکھنوی) کی طباعت نے پیدا کیا پھر دونوں کے احاطہ کمال پر نظر ڈالنے سے یہ بات اور صاف ہوجاتی ہے کہ امیر مینائی نے اس احاطے میں ذرا زیادہ وضاحت اور تفصیل سے کام کرنے کی کوشش کی ہے"۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ "۱۸۸۴ء میں ایک عجیب و غریب شہادت ہمیں ملتی ہے"۔ (ص ۱۳۸) اس کے بعد امیر اللغات کے مقدمے سے وہ اقتباس درج کیا ہے جس میں امیر نے یہ بتایا ہے کہ کس طرح ۱۸۸۴ء میں سرالفرڈ لائل صاحب نے نواب خلد آشیاں سے ایک جامع لغت کی فرمائش کی۔ اس کی بعد قیاسات شروع کرتے ہیں: "ظاہر ہے کہ یہ بھی اسی دوران کی بات ہے جب 'سرمایہ زبان اردو' اس زمانے میں تصنیف ہو رہی ہوگی یا تصنیف ہوچکی ہوگی اور بہت بڑی حد تک سرمایہ زبان اردو، کی طباعت نے لوگوں کی توجہ عموماً اور امیر مینائی کی توجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خصوصاً اس طرف مبذول کرائی ہوگی۔"۔ . . (ص ۱۳۶) مزید تحریر کرتے ہیں۔ "سرمایہ زبان اردو ۱۳۰۳ھ میں چھپی سن عیسوی کے حساب سے ۱۸۸۴ء اور ۱۸۸۶ء کے لگ بھگ کوئی سال ہو سکتا ہے"۔ ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے تو امیر کے بیان کو عجیب و غریب کہہ کر پیش کیا جب کہ امیر اللغات کے پورے مقدمے میں کوئی بات عجیب و غریب نہیں پھر موصوف کو یہ بھی نہیں معلوم کہ "سرمایہ زبان اردو" کس زمانے میں لکھی گئی اور کب طبع ہوئی۔ محض ہوگی ہوگی کی تکرار سے تو ہر گز کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوتا۔ پھر آگے چل کر یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایک سال ہجری کا برابر ہوتا ہے تین سال عیسوی کے، بات یہیں ختم نہیں کرتے بلکہ پاورقی حواشی میں کاوش لکھنوی کے صاحب زادے کا بیان بھی تحریر کرتے ہیں کہ: "حضرت جلال امیر مینائی سے اس بناء پر ناراض ہوگئے تھے کہ امیر مینائی نے ان کی اپنی تجویز کو ان سے لے کر خود جامعہ عمل پہنایا۔" اس بیان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تجویز امیر نے اڑالی اور جلال منہ تکتے رہ گئے اور پھر امیر نے لغت شائع کرالی۔ جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جلال کی لغت بھی طبع ہوئی اور امیر کی بھی، دونوں کی لغت کے خاکے میں بھی بڑا فرق ہے اس کے علاوہ امیر کا وہ خط (جو ۸ دسمبر ۱۸۸۴ء کا، گذشتہ صفحات میں پیش کیا گیا جو "سرمایہ زبان اردو" کی طباعت سے پہلے کا ہے) اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ امیر کے ذہن میں لغات لکھنے کا خیال اور بہت پہلے سے تھا۔ لیکن اگر کاوش لکھنوی کے صاحب زادے کا بیان درست مان لیا جائے تو ان برادرانہ تعلقات کو کہاں چھپایا جائے گا جو امیر اور جلال کے درمیان تھے۔ امیر ۱۸۹۹ء کے ایک خط میں زاہد کو تحریر کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"حضرت جلال سلمہم کی ملاقات کی کیفیت آپ نے مجمل اور مختصر الفاظ میں لکھی، ذرا تفصیل و توضیح کی محتاج تھی ان کے حسن و ہنر و کمال کی بات ہے کہ مجھ بے ہنر و بے کمال کی اس قدر تعریف فرمائی ورنہ میں اس کا سزا وار و مستحق اپنے آپ کو نہیں پاتا عالم ہمہ افسانۂ مادارد و ماہیچ۔" (مکاتیب امیر مینائی ص ۲۲۳۔)

جائزوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امیر فطری طور پر لغت نویسی کی طرف مائل تھے لیکن انہیں وہ وقت میسر نہ آسکا جس میں وہ لغات کی ترتیب و نظر ثانی کرتے اور طبع کراتے۔ لیکن جب سرکاری سطح پر اس کی فرمائش ہوئی تو وہ پیچھے نہیں ہٹے کیوں کہ یہ خود ان کے ذوق و رجحان کی چیز تھی اور کہیں پڑھنے میں نہیں آتا کہ ارمغان لغت اور سرمایہ زبان اردو کی تالیف میں ہندی الفاظ کی تحقیق میں کس ہندو عالم سے مدد لینے کا اہتمام کیا گیا ہو جب کہ امیر نے نظام لغت نویسی میں اس کا بطور خاص اہتمام کیا۔ غرض کہ یہ نقالی ہر گز نہیں تھی انہوں نے تو اردو کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سائنٹفیک لغات کی بنیاد رکھی، جو تنہا انھی کی کاوش ہے۔

● ریاض الاخبار میں ۱۶ جولائی ۱۸۹۱ء "امیر اللغات" اور "ارمغان دہلی" کے عنوان سے ریاض خیرآبادی کا ایک مضمون شائع ہوا۔ یہ مضمون "امیر اللغات" کی حمایت میں ہے، جن میں دلیل سے ثابت کیا ہے کہ "امیر اللغات" ایک مستند اور جدید لغات ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیقات

- ص ۳۳۴، س ۱۲: حافظ صاحب۔ مکتوب نگار محمد ممتاز علی آہ کے ماموں، حافظ محمود علی فدا امیٹھوی۔
- ص ۳۳۵، س ۲۰ (حاشیہ): امیر کی غیر مطبوعہ تخلیقات میں سے اب تک جو منظر ِ عام پر آئی ہیں وہ یہ ہیں: "مثنوی کارنامۂ عشق" مرتبہ ڈاکٹر گیان چند جین، " رسالہ اردو"، کراچی، جنوری۔ مارچ ۱۹۵۶ء۔ ۲۔ "مسدس" جو نظام ِ دکن کے حضور پیش کیا گیا۔ مرتبہ مدیر "زمانہ کانپور"، مارچ ۱۹۰۴ء ۳۔ "واسوخت"، مرتبہ ڈاکٹر کریم الدین احمد، "رسالہ اردو" کراچی، جنوری۔ مارچ ۱۹۵۸ء۔ ۴۔ مثنوی عاشقانۂ مرتبہ ڈاکٹر کریم الدین احمد، " رسالہ اردو"، کراچی، جولائی۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء۔ دو قصیدے جو نواب شاہجہانی بیگم کے حضور پیش کیے گئے، مرتبہ عبدالقوی دسنوی، ماہنامہ" ادبی دنیا"، لاہور، مارچ ۱۹۷۰ء۔
- ص ۳۳۸، س ۱: ایڈیٹر اکمل الاخبار کا پورا نام خواجہ محمد فخرالدین حسین اور تخلص سخن تھا۔ ۱۲۵۸ء میں دھلی میں پیدا ہوئے۔ مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ سخن کا انتقال ۱۳۱۸ھ میں ہوا۔ تفصیلی مطالعے کے لیے رجوع کریں: "اردو کے اخبار نویس" از امداد صابری، دھلی، صابری اکیڈمی، ۱۹۷۳ء۔
- ص ۳۴۳، س ۱۹ (حاشیہ) امداد صابری لکھتے ہیں کہ: "دامن ِ وگل چیں" دوبارہ ۱۸۹۸ء میں جناب امیر کے صاحب زادے منشی لطیف احمد مینائی نے نکالا"، ('تاریخ ِ صحافت' جلد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوم ، دھلی، جدید پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۳ء ص ۳۸۴-) امداد صابری اپنی دوسری کتاب "گلدستہ صحافت" میں دوبارہ اجراء کا سنہ ۱۸۹۰ء تحریر کرتے ھیں۔ ھمارے خیال میں امداد صابری کا پہلا بیان درست ہے کیوں کہ ڈاکٹر ابو محمد سحر بھی قریب کا سنہ پیش کرتے ھیں یقیناً دونوں میں سے کوئی ایک ہے۔ لیکن ۱۸۹۰ء کا بیان مشکوک ہے اس لیے کہ یہ زمانہ "امیر اللغات" کی ترتیب کی مصروفیت کا تھا اور امیر کی تقریباً تمام صاحبزادے اس کام میں مدد کیا کرتے تھے۔

- ص ۳۴۴، س ۷ : محمد محی الدین اشک، لکھنوی تھے لیکن بعد میں بمبئی میں آباد ھوگئے تھے۔ اشک نے چند ناول: "حسن فرنگ"، "بہار دل کش"، "فرھاد"، "ھند"، وغیرہ لکھے۔ اس کے علاوہ انقلاب بمبئی کے نام سے ایک مختصر کتابچہ بھی تالیف کیا تھا۔ علاوہ ازیں اخبار "آزاد" و "ھمدرد" کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ھیں۔ تفصیلی مطالعے کے لیے ملاحظہ کیجیے، "بمبئی میں اردو"، ڈاکٹر میمونہ دلوی، دھلی، مکتبہ جامعہ ۱۹۷۰ء۔
- ۳۴۴، س ۱۳ : رسالہ "زبان" کا پہلا شمارہ جنوری ۱۸۹۴ء میں شائع ھوا۔ اس کے مرتب محی الدین اشک تھے . . . بیس صفحوں کا یہ رسالہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بمبئی سے شائع ھونے والے دوسرے رسالوں اور گلدستوں سے جداگانہ تھا ... اس رسالے کے مقاصد میں ایک مقصد یہ تھا کہ اردو زبان کو سلیس بنایا جائے .. اس رسالے کے دو حصے کیے گئے تھے۔ ایک حصے میں زبان پر بحث ھوتی اور دوسرے حصے میں قسط وار ناول شائع کیا جاتا تھا۔ (بمبئی میں اردو"، ڈاکٹر میمونہ دلوی، ص ۳۳۲-)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

- ص ۳۴۵، س ۵: مولوی محمد حسین، غالباً ممتاز علی آہ کے قریبی عزیز تھے۔ عرفان عباسی کہتے ہیں: ان کے (ممتاز علی آہ کے) ایک شفیق بزرگ، مولوی محمد حسین رضوی نے جو ریاست کھیرا گڑھ ضلع رائے پور (صوبہ ممالک متوسط) کے دیوان تھے، آہ صاحب کو اپنے پاس بلالیا اور ریاست کا مختار مقرر کر کے ضلع رائے پور میں تعینات کر دیا۔ (دبستان امیر مینائی ص ۸۱۔)
- ص ۳۵۵، س ۱۵: سید قادر حسین قادر، حیدرآباد دکن کے رہنے والے تھے۔ اور استاد داغ کے شاگرد تھے۔ ۱۳۵۱ھ میں انتقال کیا۔ ("سخنوران دکن"، تسکین عابدی، حیدرآباد دکن، عہد آفرین برقی پریس، سنہ ندارد، ص ۳۱۲۔)
- ص ۳۵۵، س ۱۶: نواب عزیز الدین خاں عزیز یار جنگ، ناظم عطیات، متخلص بہ عزیز، ولادت ۱۲۹۳ء میں حیدرآباد دکن میں ہوئی، داغ کے حیدرآباد آتے ہی آپ تلمذ اختیار کیا۔ (سخنوران دکن، تسکین عابدی، ص ۲۰۵۔)
- ص ۳۵۵، س ۱۷: میر احمد علی خاں عرف میاں جان متخلص بہ شوکت صاحب سخنوران دکن کے بقول حضرت سردار بیگ صاحب رحمۃ قبلہ کے مرید اور مولوی علی رضا مرحوم کے فرزند تھے۔ ۱۳۴۸ھ میں زندہ تھے۔ کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ (سخنوران دکن، تسکین عابدی، ص ۱۵۲۔)
- ۳۵۹، س ۹: محمد نوح ناروی متخلص بہ نوح، داغ کے مشہور شاگرد نوح ناروی ہیں۔ ۱۸ ستمبر ۱۸۷۹ء کو پیدا ہوئے۔ پہلے میر نجف کے پھر امیر کے جلال کے اور پھر داغ کے شاگرد ہوئے۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو وفات پائی۔ تفصیلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطالعے کے لیے رجوع کیجیے: "نوح ناروی حیات اور شاعری، از ظفرالاسلام، ضلع تھانہ، نشنل بک ڈپو، ۱۹۷۶ء۔

- ص ۳۷۱، س ۲۱: مولانا عبداللہ ٹونکی، پروفیسر عربی و فارسی اورینٹل کالج لاہور۔ تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے: "یونیورسٹی اورینٹل کالج کے اساتذہ کا تحقیقی، ادبی اور درسی سرمایہ" مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور۔
- ص ۳۷۵، س۸: منشی نوبت رائے نظر ۱۸۶۴ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ستمبر ۱۸۹۶ء کو لکھنؤ سے ماہ نامہ "خدنگِ نظر" جاری کیا جو ۱۹۰۳ء تک شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۰۵ء میں "زمانہ کانپور" سے وابستہ ہوئے۔ ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء کو وفات پائی۔ (خمخانہ جاوید"، جلد ششم، مرتبہ خورشید احمد خاں یوسفی، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء، ص ۵۳۰۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابیات

۱ - آزاد، نعیم الحق : "حیات الشعراء"، میرپورخاص سندھ، معین پریس، ۱۹۶۹ء -

۲ - آہ شاہ ممتاز علی: "امیر مینائی"، لکھنؤ، ادبی پریس، ۱۹۴۱ء -

۳ - ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر: "لکھنؤ کا دبستان شاعری"، طبع سوم، لاہور، اردو مرکز، ۱۹۶۵ء -

۴ - ابو محمد سحر، ڈاکٹر: "مطالعہ امیر"، طبع اول، لکھنؤ، نسیم بکڈپو، ۱۹۶۳ء -

۵ - امداد صابری: "تاریخ صحافت"، حصہ اول، تا چہارم، دہلی، جدید پرنٹینگ پریس، ۱۹۶۳ء -

۶ - امداد صابری: "اردو کے اخبار نویس"، دہلی، صابری اکیڈمی ۱۹۷۳ء -

۷ - امداد صابری: "گلدستہ صحافت"، دہلی، نعمانی پریس ۱۹۸۳ء -

۸ - امیر احمد علوی: "طرہ امیر"، طبع اول، لکھنؤ، انوارالمطابع، ۱۹۲۸ء -

۹ - امیر مینائی: "نماز کے اسرار" حیدرآباد دکن، محبوب پریس، سن ندارد -

۱۰ - امیر مینائی: "صنم خانہ عشق"، طبع دوم، حیدرآباد دکن، امیر المطابع، ۱۹۱۳ء -

۱۱ - امیر مینائی: "مرآۃ الغیب"، طبع دوم، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۲۲ء -

۱۲ - امیر مینائی: "مکاتیب امیر مینائی"، مرتبہ احسن اللہ ثاقب، طبع دوم، مطبوعہ ادبیہ، ۱۹۲۴ء -

۱۳ - امیر مینائی: "امیر اللغات" آگرہ، مطبع مفید عام، ۱۸۹۱ء -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۴ - تمکین عابدی : "سخنوران دکن،" حیدرآباد دکن، عہد آفریں برقی پریس، سنہ ندارد۔

۱۵ - جلیل مانکپوری: "سوانح امیر مینائی"، طبع اول، حیدرآباد دکن مطبع، سیدی دارالشفا، ۱۳۳۷ھ۔

۱۶ - حامد حسن قادری : "داستان تاریخ اردو"، طبع سوم، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۳ء۔

۱۷ - حامد رضوی، ڈاکٹر: "اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ" بھوپال، ادارہ ادب و تنقید، ۱۹۶۵ء۔

۱۸ - حکمت، عبدالحکیم، سید: "دبدبہ امیری"، طبع اول، پٹنہ برقی پریس، مرادپور، بانکی پور، ۱۹۳۷ء۔

۱۹ - حکیم نجم الغنی: "اخبار الصنادید"، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۱۸ء۔

۲۰ - خلیل اللہ خان، ڈاکٹر : "ریاض خیرآبادی حیات و خدمات"، لکھنؤ، اردو پبلشرز، ۱۹۷۴ء۔

۲۱ - سید احمد دہلوی: "فرہنگ آصفیہ"، طبع اول، لاہور، رفاہ عام پریس ۱۹۰۸ء۔

۲۲ - سید احمد دہلوی : "فرہنگ آصفیہ"، لاہور مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۸۸ء۔

۲۳ - سید احمد دہلوی: "فرہنگ آصفیہ"، دہلی، نیشنل اکادمی ۱۹۷۴ء۔

۲۴ - شاغل، احترام الدین : "تذکرہ شعرائے جے پور"، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۸ء۔

۲۵ - ظفر اسلام: "نوح ناروی، حیات اور شاعری"، ضلع تھانہ نشنل بک ڈپو، ۱۹۷۶ء۔

۲۶ - عبدالحئی: "گل رعنا" طبع چہارم، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۳۷۰ھ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۷ - عرفان عباسی: "دبستان امیر مینائی" طبع اول، لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۸۵ء۔

۲۸ - کریم الدین احمد، ڈاکٹر: "امیر مینائی اور کے تلامذہ" لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۸۲ء۔

۲۹ - محمد حسن، ڈاکٹر: "جلال لکھنوی" کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۶ء۔

۳۰ - میمونہ دلوی، ڈاکٹر: "بمبئی میں اردو" دهلی، مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۰ء۔

۳۱ - وحید قریشی، ڈاکٹر: مرتب "یونیورسٹی اورینٹل کالج کے اساتذہ کا تحقیقی ادبی اور درسی سرمایہ"، لاہور۔

۳۲ - یوسفی، خورشید احمد خان: "خمخانۂ جاوید"، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء۔

رسائل

۱ - رسالہ "نیرنگ" امیر نمبر، دهلی، ۱۹۳۰ء۔

۲ - ماہ نامہ، "ادبی دنیا"، لاہور، شمارہ مارچ، ۱۹۷۰ء۔

۳ - سہ ماہی "اردو"، کراچی، انجمن ترقی اردو، جولائی ۱۹۵۸ء۔

۴ - رسالہ "تحقیق" شمارہ ۳، ۴، شعبۂ اردو، جامعہ سندھ۔

© rasailojaraid.com